آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے۔ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۲ بابت فروری ۱۹۰۳ء نمبر ۲

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

قرآن کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک دلیل ۴۱ — ۴۸

حضرت مسیح کا دس گم شدہ اسرائیلی قوموں کی طرف جانا ۴۸ — ۵۷

مسیح موعود کی لائف اور مشن ۵۷ — ۶۳

استغفار ۶۴ — ۷۸

نوٹ اور ریویو ۷۹ — ۸۲

رپورٹ مردم شماری پنجاب — ۷۹

مکالمات الٰہی — ۸۲

انجمن اشاعۃ اسلام قادیان نے انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی

مالک مطبع چھپوا کر ۲ فروری ۱۹۰۳ء کو شائع کیا

اطلاع

اور

ہدائتیں

۱- چندہ میگزین کا ہر حالت میں پیشگی آنا ضروری ہے - خریداران کو چاہیئے کہ میگزین کو باربار کی خط و کتابت کی زیرباری سے بچانے کے لئے خود ہی سال رواں کا چندہ پیشگی ارسال فرمادیں۔

۲- جو صاحب پیشگی چندہ ارسال کرنے میں چند دن کی مہلت چاہتے ہوں اُنکو چاہیئے کہ ابھی اس امر کی اطلاع دیدیں کہ کس مہینہ کا پرچہ اُنکے نام وی پی کرکے روانہ کیا جاوے۔

۳- جن خریداروں سے پیشگی چندہ وصول نہیں ہو چکا مینیجر کو اختیار ہوگا کہ کسی وقت اپنے پرچہ وی پی کرکے قیمت وصول کرلے۔ جو صاحب رعایت چاہتے ہوں اُنکو ضروری ہو کہ خود دفتر میں اطلاع دیں۔

۴- منی آرڈر کے ذریعہ روپیہ بھیجتے وقت ضروری ہو کہ کوپن پر فرستندہ اپنا پورا نام خوشخط معہ پتہ و تفصیل روپیہ لکھے۔

۵- خط و کتابت میں اور روپیہ بھیجتے وقت خریداروں کو اپنا نمبر ساتھ لکھنا چاہیئے ورنہ وقت پر تعمیل نہ ہونیکی شکایت بے جا ہوگی۔

۶- حصص سرمایہ میگزین کا روپیہ بنام مفتی محمد صادق صاحب فنانشل سکرٹری آنا چاہیئے اور اسکے متعلق خط و کتابت مولوی شیر علی صاحب بی۔اے سکرٹری بورڈ آف ڈائرکٹرز یا خواجہ کمال الدین صاحب بی اے سکرٹری انجمن کے نام سے ہونی چاہیے

۷- خریداری میگزین کا روپیہ اور خط و کتابت متعلقہ مینیجر رسالہ سے ہونی چاہیئے۔

محمد علی مینجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قرآن کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل

قرآن شریف [illegible] خدا کا کلام ہے جو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] [illegible]

(۱) [illegible] الٓمّٓ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ [illegible]

[illegible]

[illegible] قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا [illegible] وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ کَفَّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ [illegible]

[illegible] حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

لکہنا مناسب وکافی دیکھتے ہیں مگر ساتھہ ہی اپنے مخالفوں کو یاد دلاتے ہیں کہ جس شد و مد سے قرآن شریف میں یہ دعویٰ موجود ہے کسی اور کتاب میں ہرگز موجود نہیں ہم نہایت مشتاق ہیں اگر آریہ اپنے ویدوں میں اتنا ہی ثابت کردیں کہ انکے ہر چہار ویدوں نے الٰہی کلام ہونیکا دعویٰ کیا اور بتصریح بتلایا کہ فلاں فلاں شخص پر فلاں فلاں زمانہ میں وہ اترے ہیں کتاب اللہ کے ثبوت کے لئے پہلا ضروری امر یہی ہے کہ وہ کتاب اپنی منجانب اللہ ہونیکی مدعی بھی ہو کیونکہ جو کتاب اپنے منجانب اللہ ہونیکی طرف آپ کوئی اشارہ نہیں کرتی اُسکو خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا ایک مداخلت بیجا ہے۔

اب **دوسرا امر** قابل تذکرہ یہہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنے منجانب اللہ ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارےمیں صرف دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ اس دعوے کو نہائت مضبوط اور **قوی دلیلوں** کے ساتھہ ثابت بھی کردیا ہے اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ سلسلہ وار اُن تمام دلائل کو لکھینگے اور انہیں سے پہلی دلیل ہم اسی مضمون میں تحریر کرتے ہیں تا حق کے طالب اول اسی دلیل میں دوسری کتابوں کا قرآن کے ساتھہ مقابلہ کریں اور نیز ہم ہر ایک مخالف کو بھی بلاتے ہیں کہ اگر یہ طریق ثبوت جسکا ایک کتاب میں پایا جانا اُسکی سچائی پر بدیہی دلیل ہے انکی کتابوں اور نبیوں کی نسبت بھی پایا جاتا ہی تو وہ ضرور اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے پیش کریں ورنہ اُنکو اقرار کرنا پڑیگا کہ انکی کتابیں اس اعلیٰ درجہ کے ثبوت سے عاری اور بے نصیب ہیں اور ہم نہائت یقین اور وثوق سے کہتے ہیں کہ یہ طریق ثبوت اُنکے مذہب میں ہرگز نہیں پایا جاتا پس اگر ہم غلطی پر ہیں تو ہماری غلطی ثابت کریں اور وہ پہلی دلیل جو قرآن شریف نے اپنی منجانب اللہ ہونے پر پیش کی ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ عقل سلیم ایک سچی کتاب اور ایک **سچے** اور **منجانب اللہ** رسول کے ماننے کیلئے اس بات کو نہائت بزرگ دلیل ٹھہراتی ہے کہ اُنکا ظہور ایک ایسے وقت میں ہو جبکہ زمانہ تاریکی میں پڑا ہو اور لوگوں نے توحید کی جگہ شرک اور پاکیزگی کی جگہ فسق اور انصاف کی جگہ ظلم اور علم کی جگہ جہل اختیار کرلیا ہو اور **ایک مصلح** کی اشد ضرورت ہو اور پھر ایسے وقت میں وہ رسول دنیا سے رخصت ہو جبکہ وہ اصلاح کا کام عمدہ طور سے کرچکا ہو اور جبتک اُس نے اصلاح نکی ہو دشمنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو اور نوکروں کی طرح حکم سے آیا ہو اور حکم سے واپس گیا ہو غرضیکہ وہ ایسے وقتمیں ظاہر ہو جبکہ وہ وقت بزبان حال پکار پکار کر کہہ رہا ہو کہ ایک آسمانی مصلح اور کتاب کا آنا ضروری ہے اور پھر ایسے وقت میں الہامی پیشگوئی کے ذریعہ سے واپس بلایا جاوے کہ جب اصلاح کے پودہ کو مستحکم کرچکا ہو اور ایک **عظیم الشان** انقلاب ظہور میں آچکا ہو اب ہم اسبات کو بڑے فخر کے ساتھ

بیان کرتے ہیں کہ یہ دلیل جسطرح قرآن اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہایت روشن چہرہ کے ساتھ جلوہ نما ہوئی ہے کسی اور نبی اور کتاب کے حق میں ہرگز ظاہر نہیں ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعوی تھا کہ میں تمام قوموں کے لئے آیا ہوں سو قرآن شریف نے تمام قوموں کو ملزم کیا ہے کہ وہ طرح طرح کے شرک فسق اور فجور میں مبتلا ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے ظهر الفساد فی البر والبحر یعنے دریا بھی بگڑ گئے اور جنگل بھی بگڑ گئے اور فرماتا ہے لتکون للعالمین نذیرا یعنی ہم نے تجھے بھیجا تا کہ دنیا کی تمام قوموں کو ڈراوے یعنی انکو تنبیہ کرے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی بدکاریوں اور بدعقیدوں کی وجہ سے سخت گنہگار ٹھہرے ہیں۔

یاد رہے کہ جو اس آیت میں نذیر کا لفظ دنیا کے تمام فرقوں کے مقابل پر استعمال کیا گیا ہے جسکے معنے گنہگاروں اور بدکاروں کو ڈرانا ہے اسی لفظ سے یقینی سمجھا جاتا ہے کہ قرآن کا یہ دعوی تھا کہ تمام دنیا بگڑ گئی اور ہر ایک نے سچائی اور نیک بختی کا طریق چھوڑ دیا کیونکہ انذار کا محل فاسق اور مشرک اور بدکار ہی ہیں اور انذار اور ڈرانا مجرموں کی ہی تنبیہ کے لئے ہوتا ہے نہ نیک بختوں کے لئے۔ اس بات کو ہر ایک جانتا ہے کہ ہمیشہ سرکشوں اور بے ایمانوں کو ہی ڈرایا جاتا ہے اور سنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ نبی نیکوں کے لئے بشیر ہوتے ہیں اور بدوں کے لئے نذیر پھر جبکہ ایک نبی تمام دنیا کے لئے نذیر ہوا تو ماننا پڑا کہ تمام دنیا کو نبی کی وحی نے بداعمالیوں میں مبتلا قرار دیا ہے اور یہ ایک دعویٰ ہے کہ نہ توریت نے موسیٰ کی نسبت کیا اور نہ انجیل نے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی نسبت بلکہ صرف قرآن شریف نے کیا اور پھر فرمایا کنتم علی شفا حفرۃ من النار یعنے تم اس نبی کے آنیسے پہلے دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر پہونچ چکے تھے اور عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی متنبہ کیا کہ تم نے اپنے دجل سے خدا کی کتابوں کو بدل دیا اور تم ہر ایک شرارت اور بدکاری میں تمام قوموں کے پیشرو ہو اور بت پرستوں کو جابجا ملزم کیا کہ تم پتھروں اور انسانوں اور ستاروں اور عناصر کی پرستش کرتے ہو اور خالق حقیقی کو بھول گئے ہو اور تم یتیموں کا مال کھاتے اور بچوں کو قتل کرتے اور شرکار پر ظلم کرتے ہو اور ہر ایک بات میں حد اعتدال سے گذر گئے ہو اور فرمایا اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا یعنے یہ بات تمہیں معلوم رہے کہ زمین سب کی سب مر گئی تھی اب اسکو خدا نئے سرے زندہ کرتا ہے غرض تمام دنیا کو قرآن نے شرک اور فسق اور بت پرستی کے الزام سے ملزم کیا جو ام الخبائث ہیں اور عیسائیوں اور یہودیوں کو دنیا کی تمام بدکاریوں کی جڑھ ٹھہرایا اور ہر یک قسم کی بدکاریاں انکی بیان کر دیں اور ایک ایسا نقشہ کھینچکر زمانہ موجودہ کا اعمال نامہ دکھلا دیا کہ جب سے دنیا کی بنا پڑی ہے بجز نوح کے زمانہ کے اور کوئی زمانہ اس زمانہ سے مشابہ نظر نہیں آتا

اور یہ نے سمجھا تھا کہ ذات باری تعالیٰ میں وہ وحدانیت کے خلاف ہے [illegible] قدرت میں [illegible]
[illegible] تمام [illegible] نہیں ایک [illegible] قرآن شریف کو [illegible] ہیں [illegible] نہیں
[illegible] اور [illegible] قرآن شریف بیان کرتا ہے [illegible] تمام دنیا [illegible]
تمام دنیا [illegible] اور [illegible]
[illegible] نہیں [illegible] قرآن کے [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ وہ [illegible] اور [illegible]
اور [illegible] ہیں [illegible]
کامل [illegible] لیکن [illegible] نہیں کی
کہ [illegible] وقت [illegible] موجود ہیں [illegible] کے نام [illegible]
[illegible] رسالت کا علم [illegible] ہیں [illegible]
ایک شخص [illegible] قوم [illegible] کی [illegible]
کے [illegible] قرآن کریم [illegible] تمام [illegible] ہیں [illegible]
وہ [illegible] صفات [illegible] نہیں کی [illegible]
قرآن [illegible] لیکن قرآن کے [illegible] میں [illegible]
[illegible]
اور [illegible] قوم کی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] بیان [illegible]
[illegible] قرآن شریف
کسی کتاب [illegible] نہیں پایا جاتا قرآن شریف [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] قرآن شریف [illegible]

تصدیق ہوتی ہے جبکہ ہر ایک قوم کی تاریخ اس زمانہ کے متعلق پڑھی جاوے کیونکہ ہر ایک قوم کے اقرار سے یہ شہادت پیدا ہوتی ہے کہ درحقیقت وہ ایسا پر ظلمت زمانہ تھا کہ ہر ایک قوم مخلوق پرستی کیطرف جھک گئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ جب قرآن نے تمام قوموں کو گمراہ اور بدکار قرار دیا تو کوئی اپنا بری ہونا ثابت نہ کرسکا دیکھو اللہ تعالیٰ کیسے زور سے اہل کتاب کی بدیوں اور تمام دنیا کے مرجانیکا ذکر کرتا ہے اور فرماتا ہے **ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبھم وکثیر منہم فاسقون ۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا قد بینا لکم الایات لعلکم تعقلون** (سورۃ الحدید جزو ۲۷ رکوع ۱۷) یعنے مومنوں کو چاہیئے کہ اہل کتاب کے چال وچلن سے پرہیز کریں انکو اس سے پہلے کتاب دیگئی تھی پس اُنپر ایک زمانہ گذر گیا سو اُن کے دل سخت ہوگئے اور اکثر اُنمیں سے فاسق اور بدکار ہی ہیں - یہ بات بھی جانو کہ زمین مرگئی تھی اور اب خدا نئے سرے سے زمین کو زندہ کر رہا ہے **یہ قرآن کی ضرورت اور سچائی کے نشان ہیں** جو اسی لئے بیان کئے گئے تاکہ تم نشانوں کو دریافت کرلو۔

اب سوچکر دیکھو کہ یہ دلیل جو تمہارے سامنے پیش کیگئی ہے یہ اپنے ذہن سے ایجاد نہیں کی بلکہ قرآن شریف آپ ہی اسکو پیش کرتا ہے اور دلیل کے دونوں حصے بیان کرکے پھر آپ ہی فرماتا ہے **قد بینا لکم الایات لعلکم تعقلون** یعنے اس رسول اور اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے پر یہ بھی ایک نشان ہے جسکو ہم نے بیان کردیا تاکہ تم سوچو اور سمجھو اور حقیقت تک پہونچ جاؤ۔

دوسرا پہلو اس دلیل کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے وقت میں دنیا سے اپنے مولی کی طرف بلائے گئے جبکہ وہ اپنے کام کو پورے طور پر انجام دیچکے اور یہ امر قرآن شریف سے بخوبی ثابت ہے کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** یعنی آج میں نے قرآن شریف کے اتارنے اور تکمیل نفوس سے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کردیا اور اپنی نعمت تمپر پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کرلیا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید جسقدر نازل ہونا تھا نازل ہوچکا اور مستعد دلوں میں نہایت عجیب اور [illegible] پیدا کرچکا اور تربیت کو کمال تک پہونچادیا اور اپنی نعمت کو اُنپر پورا کر[illegible] ضروری ہیں جو ایک نبی کے آنیکی علت غائی ہوتی ہے اب دیکھو یہ آیت کس زور

تصدیق ہوتی ہے چنانچہ ہر ایک قوم کی تاریخ میں اس امر کے متعلق شہادتیں ملتی ہیں کہ جب ایک قوم کے اندر سے روحانیت پیدا ہوتی ہے تو حقیقت دنیا پر غالب آجاتی ہے اور ایک قوم حقیقی پرستی چھوڑ کر ایک سچی ۔۔۔ ہو کر ۔۔۔ کے سامنے اپنا سر جھکا دیتی ہے اور ۔۔۔ اسی مقام پر ۔۔۔ یہی بات ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے کہ ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم فاسقون ۔ اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا قد بینا لکم الآیات لعلکم تعقلون (سورۃ الحدید ع ۲) ۔۔۔ کہ جب ۔۔۔ پہلی کتاب پر لمبی مدت گذر جاتی ہے تو ۔۔۔ کے دل سخت ہو جاتے ہیں ۔۔۔ اور ۔۔۔ ضرورت ہوتی ہے ۔۔۔ قرآن کی ضرورت اور سچائی کے نشان واضح ہیں ۔۔۔ بیان کئے گئے ہیں تاکہ تم ان کو سمجھ سکو۔

اب ۔۔۔ کیا ۔۔۔ قرآن شریف ۔۔۔ بیان کیا گیا ہے ۔۔۔ قد بینا لکم الآیات لعلکم تعقلون یعنی ۔۔۔ ہم نے بیان کر دیا تاکہ تم سمجھو اور حقیقت تم پر کھل جائے۔

دوسرا پہلو ۔۔۔ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں دنیا ۔۔۔ کی طرف ۔۔۔ اور قرآن شریف سے ۔۔۔ ہے کہ شریعت نازل ہو چکی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا یعنی آج کے دن قرآن شریف کے ذریعہ ۔۔۔ تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کر لیا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید ۔۔۔ نازل ہوا ۔۔۔ ایسے وقت میں ۔۔۔ عجیب و غریب تبدیلیاں پیدا کر کے ۔۔۔ شریعت کو کامل کر کے ۔۔۔ اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور ۔۔۔ ضرورت ۔۔۔ ایک نبی ۔۔۔ حالت ۔۔۔ ہوتی ہے ۔۔۔ دیکھو ۔۔۔

شور سے بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہ کیا جبتک کہ دین اسلام کو تنزیل قرآن اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کیا گیا※۔ اور یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ ہونیکی ہے جو کاذب کو ہرگز نہیں دیجاتی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی صادق نبی نے بھی اس اعلیٰ شان کے کمال کا نمونہ نہیں دکھلایا کہ ایک طرف کتاب اللہ بھی آرام اور امن کے ساتھہ پوری ہو جائے اور دوسری طرف تکمیل نفوس بھی ہو اور باایں ہمہ کفر کو ہر ایک پہلو سے شکست اور اسلام کو ہر ایک پہلو سے فتح ہو اور پھر دوسری جگہ فرمایا کہ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا یعنے جبکہ آنیوالی مدد اور فتح آگئی جسکا وعدہ دیا گیا تہا اور تو نے دیکھہ لیا کہ لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں پس خدا کی حمد اور تسبیح کر یعنے یہ کہہ کہ جو ہوا وہ مجھہ سے نہیں بلکہ اُس کے فضل اور کرم اور تائید سے ہے اور اُس سے استغفار کر کیونکہ وہ رحمت کے ساتھہ بہت ہی رجوع کرنیوالا ہے استغفار کی تعلیم جو نبیوں کو دیجاتی ہے اُسکو عام لوگوں کے گناہ میں داخل کرنا عین حماقت ہے بلکہ دوسرے لفظوں میں اپنی نیستی اور تذلل اور کمزوری کا اقرار اور مدد طلب کرنیکا متواضعانہ طریق ہے چونکہ اس صورت میں فرمایا گیا ہے کہ جس کام کے لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے وہ پورا ہو گیا یعنی یہ کہ ہزارہا لوگوں نے دین اسلام قبول کر لیا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کیطرف اشارہ ہے چنانچہ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک برس کے اندر فوت ہو گئے۔

※ حاشیہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحابہ کو مخاطب کیا کہ مینے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کی اور آیت کو اس طور سے نہ فرمایا کہ اے نبی آج مینے قرآن کو کامل کر دیا اسمیں حکمت یہ ہے کہ تا ظاہر ہو کہ صرف قرآن شریف کی تکمیل نہیں ہوئی بلکہ اُنکی تکمیل ہو گئی کہ جنکو قرآن پہنچایا گیا اور رسالت کی علت غائی کمال تک پہونچگئی۔ منہ

※※ حاشیہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نہایت درجہ کا یہ جوش تہا کہ میں اپنی زندگی میں اسلام کا زمین پر پھیلنا دیکھہ لوں اور یہ بات بہت ہی ناگوار تہی کہ حق کو زمین پر قائم کرنیسے پہلے سفر آخرت پیش آوے سو خدا تعالیٰ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دیتا ہے کہ دیکھہ میں نے تیری مراد پوری کر دی اگرچہ کم و بیش اس مراد کا ہر یک نبی کو خیال تہا مگر چونکہ اس درجہ کا جوش نہیں تہا اس لیئے نہ مسیح کو اور نہ موسیٰ کو یہ خوشخبری ملی بلکہ اُسی کو ملی جسکے حق میں قرآن میں فرمایا لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ یعنی کیا تو اس غم سے ہلاک ہو جاویگا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ منہ

سورۃ سے جو بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی کامیابی سے دنیا سے کوچ کیا [illegible]
تنزیل قرآن اور تکمیل نفوس سے فارغ ہو گئے [illegible] ایک خاص علامت [illegible]
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی صادق نبی نے [illegible]
[illegible]
اور [illegible] تکمیل نفوس [illegible]
[illegible] اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ
اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (۴) یعنی جب خدا تعالیٰ کی مدد اور فتح [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم ایک برس کے اندر فوت ہو گئے۔

---

* حاشیہ [illegible]
[illegible]
[illegible]

---

* حاشیہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

پھر ہم اپنے پہلے مقصد کیطرف عود کرکے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت پر اس دلیل سے نہایت اعلیٰ و اجلیٰ ثبوت پیدا ہوتا ہے کہ آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے وقت میں دنیا میں بھیجے گئے کہ جب دنیا زبان حال سے ایک عظیم الشان مصلح کو مانگ رہی تھی اور پھر نہ مرے اور نہ مارے گئے جبتک کہ راستی کو زمین پر قائم نہ کر دیا جب نبوت کے ساتھ ظہور فرما ہوئے تو آتے ہی اپنی ضرورت دنیا پر ثابت کر دی - اور ہر ایک قوم کو اُنکے شرک اور ناراستی اور مفسدانہ حرکات پر ملزم کیا جیسا کہ قرآن کریم اس سے بھرا ہوا ہے مثلاً اِسی آیت کو سوچکر دیکھو جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا یعنی وہ بہت برکت والا ہے جس نے قرآن شریف کو اپنے بندے پر اس غرض سے اُتارا کہ تمام جہان کو ڈرانیوالا ہو یعنی تا انکی بدراہی اور بدعقیدگی پر انکو متنبہ کرے پس یہ آیت بصراحت اسبات پر دلیل ہی کہ قرآن کا یہی دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں تشریف لائے تھے جب کہ تمام دنیا اور تمام قومیں بگڑ چکی تھیں اور مخالف قوموں نے اس دعویٰ کو نہ صرف اپنی خاموشی سے بلکہ اپنے اقراروں سے مان لیا ہے پس اس سے ببداہت نتیجہ نکلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت ایسے وقت میں آئے تھے جس وقت میں ایک سچے اور کامل نبی کو آنا چاہیئے پھر جب ہم دوسرا پہلو دیکھتے ہیں کہ آنجناب صلعم کس وقت واپس بلائے گئے تو قرآن صاف اور صریح طور پر ہمیں خبر دیتا ہے کہ ایسے وقت میں بلانیکا حکم ہوا کہ جب اپنا کام پورا کر چکے تھے یعنی اسوقت کے بعد بلائے گئے جبکہ یہ آیت نازل ہو چکی کہ مسلمانوں کے لئے تعلیم کا مجموعہ کامل ہو گیا اور جو کچھ ضروریات دین میں نازل ہونا تھا وہ سب نازل ہو چکا اور نہ صرف یہی بلکہ یہ خبر بھی دیگئی کہ خدا تعالیٰ کی تائیدیں بھی کمال کو پہونچ گئیں اور جوق در جوق لوگ دین اسلام میں داخل ہو گئے یہ آئتیں بھی نازل ہو گئیں کہ خدا تعالیٰ نے ایمان اور تقویٰ کو اُنکے دلوں میں لکھدیا اور فسق و فجور سے اُنہیں بیزار کر دیا اور پاک اور نیک اخلاق سے وہ متصف ہو گئے اور ایک بھاری تبدیلی اُنکے اخلاق اور چلن اور روح میں واقع ہو گئی تب ان تمام باتوں کے بعد سورۃ النصر نازل ہوئی جسکا ماحصل یہی ہی کہ نبوت کے تمام اغراض پورے ہو گئے اور اسلام دلوں پر فتحیاب ہو گیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر اعلان دیدیا کہ یہ سورۃ میری وفات کیطرف اشارہ کرتی ہے بلکہ اسکے بعد حج کیا اور اسکا نام حجۃ الوداع رکھا اور ہزارہا لوگوں کی حاضری میں ایک اونٹنی پر سوار ہو کر ایک لمبی تقریر کی اور کہا کہ سنو! اے خدا کے بندو! مجھے میرے رب کی طرف سے یہ حکم ملے تھے

کہ ناہیں سب احکام تمہیں پہونچاؤں پس کیا تم گواہی دیسکتے ہو کہ یہ سب باتیں میںنے تمہیں پہونچا دیں تب ساری قوم نے باواز بلند تصدیق کی کہ ہم تک یہ پیغام پہونچائے گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ آسمان کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ اے خدا ان باتوں کا گواہ رہ اور پھر فرمایا کہ تمام تبلیغ اسلئے مکرر کیگئی کہ شاید آئندہ سال میں تمہارے ساتھ نہیں ہونگا اور پھر دوسری مرتبہ تم مجھے اسجگہ نہیں پاؤگے تب مدینہ میں جاکر دوسرے سال میں فوت ہو گئے اللھم صلّ علیہ وبارک وسلم درحقیقت یہ تمام اشارات قرآن شریف ہی سے مستنبط ہوتے ہیں جسکی تصدیق اسلام کی متفق علیہ تاریخ سے بہ تفصیل تمام ہوتی ہے۔

حضرت مسیح کا دس گم شدہ اسرائیلی قوموں کی طرف جانا۔

(انجیلی شہادتیں نمبر۲)

گذشتہ نمبر میں اس عنوان کے نیچے انجیل کے مختلف حوالوں سے ہم نے یہ دکھایا تھا کہ مسیح کی رسالت صرف انہیں یہودیوں تک محدود نہیں تھی جو شام کے ملک میں رہتے تھے بلکہ وہ بنی اسرائیل کے تمام فرقوں کی طرف آئے تھے جنمیں سے اکثر انکی آمد سے بہت عرصہ پہلے مشرقی ممالک میں آباد ہو چکے تھے۔ نیز انجیل کی بنا پر ہم نے یہ بھی ثابت کیا تھا کہ مسیح کا سولی پر مرنا انجیلوں سے معلوم نہیں ہوتا اس نمبر میں ہم مزید شہادت اس امر کی کہ مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوا انجیل کے اوراق سے پیش کریں گے۔

مسیح کے صلیب پر چڑہائے جانیکا واقع جسطرح اناجیل میں مذکور ہے اس امر پر ایک بھاری دلیل ہے کہ واقعی وہ صلیب پر نہیں مرا اور ابتدا سے ہی تمام سمجھدار لوگوں کے دل میں مسیح کی صلیب پر موت کے متعلق شبہات پیدا ہوتے رہے ہیں۔ کیونکہ جسطرح پر صلیب کا واقعہ اناجیل میں مذکور ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ تاریخ کے اوراق میں جہانتک ممکن ہو تلاش کرو مگر یہ کہیں نہ پاؤگے کہ کوئی شخص تین ۳ گھنٹے میں صلیب پر مر گیا ہو۔ اسی مشکل کے پیش آنے پر ابتدائی زمانہ میں اس خیال کے پیروؤں کو کہ مسیح صلیب پر مر چکا تھا یہ عذر بنانا پڑا

کہ در اصل اسقدر جلدی مرجانا بھی ایک معجزہ ہے - اور اگرچہ اسقدر جلدی صلیب پر کوئی انسان مر نہ سکتا تہا مگر وہ اپنے اختیار سے مرا اور یہ اسکا معجزہ تہا - گمراہی بھی عجیب شے ہے ایک غلطی کی تائید کے لئے ایک دوسری غلطی بنانی پڑتی ہے مگر اصلیت کے پیش ہونے پر اسکی آنکھیں بند ہوجاتی ہیں - مسیح کا تین گھنٹہ صلیب پر رہ کر نہ مرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے - بہت ساری مثالیں اس قسم کی موجود بلکہ مشہور ہیں جنمیں ایک شخص اس سے بہت زیادہ عرصہ تک صلیب پر رکھکر اتارا گیا اور علاج سے آخر کار اچھا ہوگیا -

ناظرین کو اس دہوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ یہودیوں کی صلیب اس زمانہ کی پہانسی کی طرح ہوگی جس سے نجات پانا قریباً محال ہے کیونکہ اُس زمانہ کی صلیب میں کوئی رسّا گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا اور نہ تختہ پر سے گرا کر لٹکایا جاتا تہا بلکہ صرف صلیب پر کھینچکر ہاتھوں اور پیروں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے اور یہ بات ممکن ہوتی تھی کہ اگر صلیب پر کھینچنے اور کیل ٹہونکنے کے بعد ایک دو دن تک کسی کی جان بخشی کا ارادہ ہو تو اُسیقدر عذاب پر کفایت کر کے ہڈیاں توڑنے سے پہلے اُسکو زندہ اتار لیا جائے - اور اگر مارنا ہی منظور ہوتا تہا تو کم سے کم تین دن تک صلیب پر کھنچا ہوا رہنے دیتے تھے اور پانی اور روٹی نزدیک آنے دیتے تھے اور اسی طرح دھوپ میں تین دن یا اس سے زیادہ چھوڑ دیتے تھے اور پہر اس کے بعد اسکی ہڈیاں توڑتے تھے اور پہر آخر ان تمام عذابوں کے بعد وہ مرجاتا تہا - لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اس درجہ کے عذاب سے بچا لیا جس سے زندگی کا خاتمہ ہوجاتا تہا - انجیلوں کو ذرا غور کی نظر سے پڑہنے سے آپکو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تین دن تک صلیب پر رہے اور نہ تین دن کی بہوکھ اور پیاس اُٹھائی اور نہ انکی ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ قریباً دو گھنٹہ تک صلیب پر رہے اور خدا کے رحم اور فضل نے انکے لئے یہ تقریب قائم کر دی کہ دن کے آخیر حصہ میں صلیب دینے کی تجویز ہوئی اور وہ جمعہ کا دن تہا اور صرف تھوڑا سا دن باقی تہا اور اگلے دن سبت اور یہودیوں کی عید فسح تھی اور یہودیوں کیلئے یہ حرام اور قابل سزا جرم تہا کہ کسی کو سبت یا سبت کی رات میں صلیب پر رہنے دیں اور مسلمانوں کی طرح یہودی بھی قمری حساب رکھتے تھے اور رات دن پر مقدم سمجھی جاتی تھی - پس ایک طرف تو یہ تقریب تھی کہ جو زمینی اسباب سے پیدا ہوئی - اور دوسری طرف آسمانی اسباب خدا تعالےٰ کیطرف سے یہ پیدا ہوئے کہ جب چھٹا گھنٹہ ہوا تو ایک ایسی آندہی آئی کہ جس سے ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا اور وہ اندھیرا تین گھنٹے برابر رہا - دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۳۳ - یہ چھٹا گھنٹہ بارہ بجے کے بعد تہا -

یعنے وہ وقت جو شام کے قریب ہوتا ہے۔ اب یہودیوں کو اس شدت اندھیرے میں یہ فکر پڑی کہ مبادا سبت کی رات آجائے اور وہ سبت کے مجرم ہو کر تاوان کے لائق ٹھہریں۔ اس لئے انہوں نے جلدی سے مسیح کو اور اُسکے ساتھہ کے دو چوروں کو بھی صلیب پر سے اتار لیا۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہمیں مسیح ابن مریم کی صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر ملتی ہیں اسکا وہ سفر دور دراز ہے جو قبر سے نکلکر جلیل کیطرف اُس نے کیا۔ چنانچہ اتوار کی صبح کو پہلے وہ مریم مگدلینی کو ملا۔ مریم نے فی الفور حواریوں کو خبر کی کہ مسیح تو جیتا ہے لیکن وہ یقین نہ لائے پھر وہ حواریوں میں سے دو کو جبکہ وہ دیہات کی طرف جاتے تھے دکھائی دیا آخر وہ گیارہوں کو جبکہ وہ کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور اُنکی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی۔ دیکھو انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۹ سے آیت ۱۴ تک۔ اور جب مسیح کے حواری سفر کرتے ہوئے اُس بستی کی طرف جا رہے تھے جسکا نام املوس ہے جو یروشلم سے پونے چار کوس کے فاصلے پر ہے تب مسیح اُنکو ملا۔ اور جب وہ اس بستی کے نزدیک پہونچے تو مسیح نے آگے بڑھکر چاہا کہ اُنسے الگ ہو جائے۔ تب انہوں نے اُسکو جانے سے روک لیا کہ آج رات ہم اکٹھے رہیں گے اور اس نے اُنکے ساتھہ بیٹھکر روٹی کھائی اور وہ سب مع مسیح کے املوس کے نام ایک گاؤں میں رات رہے۔ دیکھو لوقا باب ۲۴ آیت ۱۳ سے ۳۱ تک۔ اب ظاہر ہے کہ ایک جلالی جسم کے ساتھہ جو موت کے بعد خیال کیا گیا ہے مسیح سے فانی جسم کے عادات صادر ہونا اور کھانا اور پینا اور سونا اور جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کرنا جو یروشلم سے قریباً ۷۰ کوس کے فاصلے پر تہا بالکل غیر ممکن اور نامعقول بات ہے۔ اور باوجود اس کے کہ خیالات کے میلان کی وجہ سے انجیلوں کے ان قصوں میں بہت کچھہ تغیر ہو گیا ہے تاہم جسقدر الفاظ پائے جاتے ہیں اُنسے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح اُسی فانی اور معمولی جسم سے اپنے حواریوں کو ملا اور پیادہ پا جلیل کیطرف ایک لمبا سفر کیا اور حواریوں کو اپنے زخم دکھلائے اور رات اُنکے پاس روٹی کھائی اور سویا۔ اور آگے چلکر ہم ثابت کریں گے کہ اُس نے اپنے زخموں کا ایک مرہم کے استعمال سے علاج کیا۔

اب یہ مقام ایک سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ایک جلالی اور ابدی جسم پانیکے بعد یعنے اُس غیر فانی جسم کے بعد جو اس لائق تہا کہ کھانے پینے سے پاک ہو کر ہمیشہ خداتعالے کے دائیں ہاتھہ بیٹھے اور ہر ایک داغ اور درد اور نقصان سے منزہ ہو اور ازلی ابدی خدا کے جلال کا اپنے اندر رنگ رکھتا ہو ابھی اسمیں یہ نقص باقی رہ گیا کہ اُسپر صلیب اور کیلوں کے تازہ زخم موجود تھے

جنسے خون بہتا تھا اور درد اور تکلیف اُنکے ساتھہ تھی جنکے واسطے ایک مرہم بھی طیار کیگئی تھی۔ اور جلالی اور غیر فانی جسم کے بعد بھی جو ابد تک سلامت اور بے عیب اور کامل اور غیر متغیر چاہیئے تہا کئی قسم کے نقصانوں سے بہرا رہا اور خود مسیح نے حواریوں کو اپنا گوشت اور ہڈیاں دکہلائیں اور پہر اسی پر کفایت نہیں بلکہ اس فانی جسم کے لوازم میں سے بہوکہہ اور پیاس کی درد بھی موجود تھی ورنہ اس لغو حرکت کی کیا ضرورت تھی کہ مسیح جلیل کے سفر میں کہانا کہاتا اور پانی پیتا اور آرام کرتا اور سوتا۔ اس میں کیا شک ہی کہ اس عالم میں جسم فانی کے لئے بہوکہہ اور پیاس بھی ایک درد ہی جسکے حد سے زیادہ ہونیسے انسان مر سکتا ہے پس بلاشبہہ یہہ بات سچ ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور نہ کوئی نیا جلالی جسم پایا بلکہ ایک غشی کیحالت ہوگئی ہتی جو مرنے سے مشابہ تھی۔ اور خدا تعالے کے فضل سے یہہ اتفاق ہوا کہ جس قبر میں وہ رکہا گیا وہ اس ملک کی قبروں کی طرح نہ تھی بلکہ ایک ہوادار کوٹہہ تہا جس میں ایک کہڑکی تھی اور اس زمانہ میں یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ قبر کو ایک ہوادار کشادہ کوٹہہ کیطرح بناتے تھے اور اسمیں ایک کھڑکی رکھتے تھے اور ایسی قبریں پہلے سے موجود رہتی تہیں اور پہر وقت بر میت اس میں رکہی جاتی تہی۔ چنانچہ یہ گواہی انجیلوں سے صاف طور پر ملتی ہے۔ انجیل لوقا میں یہ عبارت ہے۔ "اور وے یعنے عورتیں اتوار کے دن بڑے تڑکے یعنے کچہہ اندہیرے سے ہی اُن خوشبوؤں کو جو طیار کی تہیں لیکر قبر پر آئیں اور اُنکی ساتھہ کئی اور بھی عورتیں تہیں۔ اور انہوں نے پتہر کو قبر پر سے ڈہلکا ہوا پایا (اس مقام میں ذرہ غور کرو) اور اندر جاکے خداوند یسوع کی لاش نہ پائی" دیکہو لوقا باب ۲۴ آیت ۲ و ۳۔ اب اندر جانے کے لفظ کو ذرہ سوچو۔ ظاہر ہے کہ اُسی قبر کے اندر انسان جا سکتا ہے کہ جو ایک کوٹہہ کیطرح ہو اور اس میں کہڑکی ہو۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہمکو ملی ہیں پلاطس کا وہ قول ہے جو انجیل مرقس میں لکھا ہے۔ اور وہ یہہ ہے "اور جبکہ شام ہوئی اس لئے کہ تیاری کا دن تہا جو سبت سے پہلے ہوتا۔ یوسف ارمتیا جو نامور مشیر اور وہ خود خدا کی بادشاہت کا منتظر تہا آیا اور دلیری سے پلاطس پاس جاکے یسوع کی لاش مانگی اور پلاطس نے متعجب ہو کر شبہہ کیا کہ وہ یعنے مسیح ایسا جلد مرگیا" دیکہو مرقس باب ۱۵ آیت ۴۲ سے ۴۴ تک۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عین صلیب کی گھڑی میں ہی یسوع کے مرنے پر شبہہ ہوا۔ اور شبہہ بھی ایسے شخص نے کیا جسکو

اس بات کا تجربہ تہا کہ اسقدر مدت میں صلیب پر جان نکلتی ہے۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں۔ "پھر یہودیوں نے اُس لحاظ سے کہ لاشیں سبت کے دن صلیب پر نہ رہجائیں۔ کیونکہ وہ دن طیاری کا تہا۔ بلکہ بڑا ہی سبت تھا پلاطوس سے عرض کی کہ اُنکی ٹانگیں توڑی اور لاشیں اتاری جائیں۔ تب سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے کی ٹانگیں جو اسکے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے توڑیں۔ لیکن جب انہوں نے یسوع کی طرف آکے دیکہا کہ وہ مرچکا ہے تو اسکی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اسکی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے لہو اور پانی نکلا" دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیۃ ۳۱ سے آیۃ ۳۴ تک۔ ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت کسی مصلوب کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے یہ دستور تھا کہ جو صلیب پر کھینچا گیا ہو اُسکو کئی دن صلیب پر رکھتے تھے اور پھر اُسکی ہڈیاں توڑتے تھے لیکن مسیح کی ہڈیاں دانستہ نہیں توڑی گئیں اور وہ ضرور صلیب پر سے ان دو چوروں کی طرح زندہ اتارا گیا۔ اسیوجہ سے پسلی چھیدنے سے خون بھی نکلا۔ مردہ کا خون جم جاتا ہے۔ اور اسجگہ یہ بھی صریح معلوم ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر یہ کچھ سازش کی بات تھی۔ پلاطوس ایک خداترس اور نیکدل آدمی تہا کھلی کھلی رعایت سے قیصر سے ڈرتا تھا کیونکہ یہودی مسیح کو باغی ٹھہراتے تھے مگر وہ خوش قسمت تہا کہ اُس نے مسیح کو دیکہا لیکن قیصر نے اس نعمت کو نہ پایا اُسنے نہ صرف دیکہا بلکہ بہت رعایت کی اور اُسکا ہرگز منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پاوے۔ چنانچہ انجیلوں کے دیکھنے سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ پلاطوس نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ مسیح کو چھوڑ دے لیکن یہودیوں نے کہا کہ اگر تو اس مرد کو چھوڑ دیتا ہے تو تو قیصر کا خیر خواہ نہیں اور یہ کہا کہ یہ باغی ہے اور خود بادشاہ بننا چاہتا ہے دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیۃ ۱۲۔ اور پلاطوس کی بیوی کی خواب اور بھی اسبات کی تحریک ہوئی تھی کہ کسیطرح مسیح کو مصلوب ہونیسے بچایا جائے ورنہ انکی اپنی تباہی ہے۔ مگر چونکہ یہودی ایک شریر قوم تھی اور پلاطوس پر قیصر کے حضور میں مخبری کرنیکو بھی طیار تھے اس لئے پلاطوس نے مسیح کے چھوڑانے میں حکمت عملی سے کام لیا۔ اول تو مسیح کا مصلوب ہونا ایسے دن پر ڈالدیا کہ وہ جمعہ کا دن تہا اور صرف چند گھنٹے دن سے باقی تھے اور بڑے سبت کی رات قریب تھی اور پلاطوس خوب جانتا تہا کہ یہودی اپنی شریعت کے حکموں کے موافق صرف شام کیوقت

تک ہی مسیح کو صلیب پر رکھ سکتے ہیں۔ اور پہر شام ہوتے ہی انکا سبت ہے جسمیں صلیب پر رکھنا روا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور مسیح شام سے پہلے صلیب پر سے اُتارا گیا۔ اور قریب قیاس نہیں کہ دونوں چور جو مسیح کے ساتہہ صلیب پر کھینچے گئے تھے وہ زندہ رہے۔ مگر مسیح صرف دو گہنٹہ تک مر گیا بلکہ یہ صرف ایک بہانہ تہا جو مسیح کو ہڈیاں توڑنے سے بچانے کے لئے بنایا گیا تہا۔ سمجہہ دار آدمی کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ دونوں چور صلیب پر سے زندہ اُتارے گئے اور ہمیشہ معمول تہا کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اُتارے جاتے تھے اور صرف اسحالت میں مرتے تہے کہ ہڈیاں توڑی جائیں اور یا بہوکھ اور پیاس کیحالتمیں چند روز صلیب پر رہ کر جان نکلتی تھی۔ مگر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی مسیح کو پیش نہ آئی نہ وہ کئی دن صلیب پر بہوکا پیاسا رکہا گیا اور نہ اسکی ہڈیاں توڑی گئیں اور یہ کہہ کر کہ مسیح مر چکا ہے یہودیوں کو اسکی طرف سے غافل کر دیا گیا مگر چوروں کی ہڈیاں توڑکر اُسیوقت انکی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بات تو تب تھی کہ اُن دونوں چوروں میں سے بھی کسی کی نسبت کہا جاتا کہ یہ مر چکا ہے اسکی ہڈیاں توڑنے کی ضرورت نہیں اور یوسف نام پلاطوس کا ایک معزز دوست تہا جو اس نواح کا رئیس تہا اور مسیح کے پوشیدہ شاگردوں میں داخل تہا وہ عین وقت پر پہونچ گیا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی پلاطوس کے اشارہ سے بلایا گیا تہا مسیح کو ایک لاش قرار دیکر اُسکے سپرد کر دیا گیا کیونکہ وہ ایک بڑا آدمی تہا اور یہودی اس کے ساتہہ کچھہ پرخاش نہیں کر سکتے تھے۔ جب وہ پہونچا تو مسیح کو جو غشی میں تہا ایک لاش قرار دیکر اُسنے لیا اور اسی جگہ ایک وسیع مکان تہا جو اُس زمانہ کی رسم پر قبر کے طور پہ بنایا گیا تہا اور اسمیں ایک کھڑکی بھی تھی اور ایسے موقعہ پر تہا جو یہودیوں کے تعلق سے الگ تہا اسی جگہ پلاطوس کے اشارہ سے مسیح کو رکہا گیا یہ واقع اسوقت پیش آیا جبکہ حضرت موسیٰ کی وفات پر چودھویں صدی گذر رہی تہی اور اسرائیلی شریعت کے زندہ کرنے کے لئے مسیح چودھویں صدی کا مجدد تہا۔ اور اگرچہ یہودیوں کو اس چودھویں صدی میں مسیح موعود کا انتظار بھی تہا اور گذشتہ نبیوں کی پیشگوئیاں بھی اسوقت پر گواہی دیتی تہیں لیکن افسوس کہ یہودیوں کے نالائق مولویوں نے اسوقت اور موسم کو شناخت نہ کیا اور مسیح موعود کو جھوٹا قرار دیدیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اُسکو کافر قرار دیا اور اسکا نام ملحد رکہا اور آخر اسکے قتل پر فتویٰ لکہا اور اسکو عدالتمیں کھینچا۔ اس سے یہ سمجہہ آتا ہے کہ خدا نے چودھویں

صدی میں کچھ تاثیر ہی ایسی رکھی ہے جسمیں قوم کے دل سخت اور مولوی دنیا پرست اور راندہ ہے حق کے دشمن ہوجاتے ہیں۔ اسجگہ اگر موسیٰ کی چودھویں صدی اور موسیٰ کے مثیل کی چودھویں صدی کا جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باہم مقابلہ کیا جائے تو اول یہ نظر آئیگا کہ ان دونوں چودھویں صدیوں میں دو ایسے شخص ہیں جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ سچا تہا اور خدا کیطرف سے تہا۔ پہر اُسکے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگا کہ قوم کے علماء نے اُن دونوں کو کافر قرار دیا اور ان دونوں کا نام ملحد اور دجال رکھا اور ان دونوں کی قتل کے فتوے لکھے گئے اور دونوں کو عدالتوں کی طرف کھینچا گیا جنمیں سے ایک رومی عدالت تھی اور دوسری انگریزی۔ آخر دونوں بچائے گئے اور دونوں قسم کے مولوی یہودی اور مسلمان ناکام رہے ۔ اور خدا نے ارادہ کیا کہ دونوں مسیحوں کو ایک بڑی جماعت بنادے اور دونوں قسم کے دشمنوں کو نامراد رکھے۔ غرض موسیٰ کی چودھویں صدی اور ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چودھویں صدی اپنے اپنے مسیحوں کے لئے سخت بھی ہیں اور انجام کار مبارک بھی۔

وہ قبر جسمیں مسیح رکھا گیا اور جسطرح پہر وہ وہاں رکھا گیا اور جسطرح سے وہاں سے نکلا یہ تمام امور اس بیان کے مؤید ہیں کہ وہ اسوقت تک مرا نہیں بلکہ زندہ ہی تہا اور زندہ ہونیکی حالت میں ہی قبر میں رکھا گیا۔ متی باب ۲۷ آیت ۶۰ میں لکھا ہے کہ قبر کے دروازہ کے آگے ایک بڑا پتھر رکھدیا گیا۔ پہر لوقا باب ۲۴ آیت اور ۲ میں لکھا ہے کہ اتوار کے دن سویرے ہی کئی عورتیں خوشبوئیں وغیرہ لیکر قبر پر آئیں اور انہوں نے پتھر کو ہٹا ہوا پایا اور پہر وہ اندر بھی گئیں تو مسیح وہاں نہ تھا۔ ان بیانوں سے اول تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کو عام لاشوں کی طرح مٹی میں دبایا نہیں گیا صرف ایک بڑے کوٹھے میں رکھکر دروازے کے آگے ایک پتھر دیدیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ روشنی اور ہوا کی آمدورفت کے عمداً سوراخ رکھے گئے اور موںہہ کو بالکل بند نہیں کیا گیا۔ عورتوں کے قبر کے اندر چلے جانے سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ وہ جگہ قبر کیطرح ایک لاش کے دفن کرنیکی جگہ نہ تھی بلکہ ایک وسیع کوٹھے کی طرح تھی جس میں پانچ سات اشخاص ایک ہی وقت جا سکتے تھے اور اسکا ایک دروازہ بھی تھا جو صرف عارضی طور پر بند کیا گیا تہا تا آمدورفت ہو سکے۔ عورتوں کے تیسرے روز مصالحہ اور مرہمیں لیکر آنا بھی اسی بات کی دلیل ہے کہ وہ یسوع کو زندہ سمجھتی تہیں ورنہ مصالحہ اور خوشبوئیں لاش کے پاس لیکر آنیکے کیا معنے اور وہ بہی تیسرے دن جب لاش سڑ گل چکی ہو اور اُسکے پاس انسان آ بھی نہ سکتا ہو۔ پہر یہ امر قابل غور ہے کہ عورتوں نے پتھر کو دروازے سے ہٹا ہوا پایا۔

اس سے ظاہر ہے کہ مسیح بغیر پتھر کے دروازہ سے ہٹائے جانے کے باہر نہ آسکتا تھا۔ اگر جلالی جسم ہوتا تو پتھر کے ہٹانیکی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر مسیح کے فرضی جی اُٹھنے کے بعد بھی اسکا جسم ایسا ہی تھا کہ وہ بغیر پتھر کو ہٹائے جانیکے باہر نہ نکل سکتا تھا۔ تو یہ یقینی اور قطعی امر ہے کہ ایسے جسم کے ساتھ وہ آسمان پر بھی نہ چڑھ سکتا تھا۔ اور قبر سے نکلنے کے بعد جسم کی کوئی تبدیلی نہ ہوئی جیسا کہ انجیلوں سے ظاہر ہے یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ یسوع نے قبر سے نکلتے ہی بھیس بدل لیا چنانچہ جب مریم نے اسے دیکھا تو وہ پہچان نہیں سکی بلکہ ایک دو باتیں اس سے کیں تو بھی نہیں پہچانا۔ اور اسیطرح پر دو حواری بھی حالانکہ بہت دور تک اسکے ساتھ چلتے رہے اور باتیں کرتے رہے اسے پہچان نہ سکے اور اسے ایک دیہاتی آدمی خیال کرتے رہے۔ مریم نے بھی اسے باغبان سمجھا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ اے باغبان حالانکہ اسکا مخاطب مسیح تھا۔ کہاں خدائی اور کہاں باغبانی۔ اور یہ عجیب جلال تھا کہ باغبان کے کپڑے پہن لئے اسی طرح شکل بنالی۔ اور پھر باوجود بھیس بدلنے کے بھی اُسے اندیشہ رہا کہ یہودیوں کو خبر نہ ہو جائے اور چپکے سے مریم کو یہی کہا کہ ڈر مت یعنی میرے پکڑا جانے سے نہ ڈر بلکہ میرے دوستوں کو اطلاع دیدے کہ وہ گلیل کو چلیں۔ اور مصلحت یہی اسی میں تھی کہ یروشلم میں تو بہتیرا شور پڑا ہوا تھا۔ وہاں اگر حواریوں سے ملتا تو شاید دشمنوں کو بھی اطلاع ہو جاتی۔ اسلئے اس نے مناسب یہی خیال کیا کہ اکیلا اور بھیس بدل کر سفر کرے کیونکہ اگر حواریوں سے ملتا تو ضرور پکڑا جاتا۔ گلیل میں پہونچکر بھی حواریوں کے پاس جب آیا تو دروازے بند کر دیئے گئے تا کوئی دشمن اندر نہ آجائے اور اس کے بھاگنے کی یہودیوں کو اطلاع نہ ہو جائے اگر جلالی جسم تھا تو ان احتیاطوں کی کیا ضرورت تھی اور کیوں یروشلم میں حواریوں سے بھی نہ ملا یہودی تو ایک طرف رہے اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ چپکے سے اس ملک سے الگ ہونا چاہتا تھا۔ اور اگر یہودیوں کو افواہ بھی پہونچ جاتی تو پھر اسکی جان کی خیر نہ تھی۔

اب یہ قصہ جو انجیلوں میں بیان کیا گیا ہے قابلِ غور ہے۔ ایک آدمی تین گھنٹہ کے لئے صلیب پر لٹکایا جاتا ہے۔ اور کوئی تاریخی شہادت اس امر کی نہیں ملتی کہ صلیب پر تین گھنٹہ میں کوئی آدمی مرگیا ہو صلیب سے اتارے جانیکے بعد اسکی ہڈیاں توڑی نہیں جاتیں۔ جو آدمی اسکے ساتھ ہی صلیب پر چڑھائے گئے اور ساتھ ہی اُتارے گئے وہ زندہ ہی تھے۔ جب اسکی پسلی میں ذرہ نیزہ کا سرا چھویا گیا تو وہاں سے خون نکلا۔ کوئی طبی شہادت لی نہیں گئی کہ واقعی یہ شخص مر چکا ہے۔ دوسرے مجرموں کی لاشوں کے ساتھ اسکا جسم نہیں رکھا گیا بلکہ ایک دولتمند مرید کے سپرد کیا گیا جس نے ہر طرح سے

اسکی خبرگیری کی اور سب علاج کیئے بجائے قبر میں دفن کئے جانے کے اسے ایک وسیع کوٹھے میں رکھا گیا جسکا ایک دروازہ بھی تھا اس کے دوست اور رشتہ دار تیسرے دن اسے دیکھنے ہی آئے پتھر کو دروازے سے ہٹائے جانے کے بغیر وہ قبر سے نکل نہ سکا ۔ باہر نکلتے ہی باغبان کا بھیس بدل لیا (قبر بھی ایک باغ میں ہی تھی) اپنے دوستوں اور حواریوں کو وہاں ملنا پسند نہ کیا جہاں اسکے پکڑے جانیکا اندیشہ تھا جبھی کہ چلنے کے قابل ہوا اس شہر سے بھاگ گیا جہاں یہ سب مصیبت اس کے سر پر آئی تھی ۔ ستر میل تک پاپیادہ گیا ۔ جب سفر کا تھکان معلوم ہوا تو آرام بھی کیا بھوکھ اور پیاس لگی تو اپنے دوستوں سے کھانا مانگا ۔ معمولی انسانوں کی طرح کھاتا اور پیتا رہا ۔ کیلوں کے زخم جو صلیب سے ہاتھوں پر آگئے تھے وہ اپنے دوستوں کو دکھلائے ۔ اور اپنے آپکو خفیہ اور بھیس بدلے رکھا ۔ کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص تمام طاقتوں کا مالک خدا تھا جو آسمان پر چڑھنے کی طیاریاں کر رہا تھا ۔ ان واقعات سے تو صاف اور سیدھا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا کیونکہ اسقدر تھوڑے وقت میں کوئی انسان صلیب پر مرہی نہ سکتا تھا ۔ صلیب سے اُتارے جانیکے بعد عمداً ان تمام امور سے پرہیز کیا گیا جو اسکی موت کا باعث ہو سکتے تھے ۔ ہوش میں آکر ایک دن اور دو راتوں کے بعد اس نے ایک باغبان کا بھیس بدل لیا اور اکیلا وہاں سے بھاگ نکلا وہی گوشت اور ہڈیوں کا جسم تھا اور وہی کمزوریاں خواہشیں تھیں جو صلیب سے پہلے ہی موجود تھیں اور ان لوگوں کے ظلموں سے تنگ آکر آخر کہیں اور پناہ جالی ۔ یہ حضرت مسیح کا قصہ ہے اور ہر ایک عقلمند صاف سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مرے بلکہ بھاگ کر کہیں اور پناہ گزین جا ہوئے ۔

(باقی آئندہ)

مسیح موعودؑ کی لائف اور مشن

(اُنکے اپنے الفاظ میں)

میں کچھ مختصر حال اپنا بیان کرتا ہوں۔ اور وہ جو خدا تعالیٰ کے فضل میں سے میرے حصے میں لکھا گیا اور میری دعوت میں داخل کیا گیا کسی قدر اسکو لکھتا ہوں کیونکہ میں حکم دیا گیا ہوں کہ وہ دعوت تم تک پہونچاؤں اور قرض کی طرح اسکو ادا کروں۔ سو واضح ہو کہ میں خاندان عزت اور ریاست سے ایک آدمی ہوں اور میرے بزرگ امیر اور صاحب ملک تھے اور مجھے خبر دیگئی ہے کہ وہ سمرقند سے اس ملک میں آئے تھے اور وقت کے بادشاہ نے اُنکو حکومت اور امارۃ کی خدمت سپرد کی تھی اور فوج اور تلوار انکو دی گئی تھی پس جبکہ اس ملک پر سکھوں کا زور اور تسلط ہوا اور فساد انگیزی میں انہوں نے حد سے تجاوز کیا تو اسوقت یہ اتفاق ہوا کہ سکھوں نے ہمارا ملک اور تمام املاک چھین لیں۔ اور ہمیں قید کر دیا۔ پھر ہم محض انکے ظلم کیوجہ سے اپنے دار الریاست سے نکالے گئے اور وہ دن سردی کے دن تھے اور سخت سردی پڑتی تھی۔ پس ہمارے بزرگ رات کے وقت سردی سے کانپتے ہوئے اپنے دار الریاست سے نکلے اور مارے غم کے ایسے تھے جیسا کہ کوئی گھٹنوں پر گرا جاتا ہے۔ تب اُنہوں نے ایک اور ریاست میں ایک عارضی رہائش اختیار کی۔ اور اُس ریاست نے کسیقدر نیک سلوک اُنکے ساتھ کیا اور بغیر کسی سوال کے انکی ہمدردی کی اور انکی تنگدستی کے کچھ نشان دیکھ کر انپر رحم کیا اگرچہ انکا سلوک بہت کم اور ناکافی سلوک تھا۔ پھر جب زمانہ دولت برطانیہ کا آیا اور شیطانی غارتوں کا وقت گذر گیا تو ہم اُس سلطنت کے ذریعہ سے امن میں آگئے اور ہمارے بزرگوں نے پھر اپنے وطن کی طرف معہ رفیقان سفر کے مراجعت کی اور خدا تعالیٰ کا شکر کرتے تھے اور بعض دیہات ہمارے اور بعض مال ہمارے ہمیں واپس دئے گئے اور ہمارا بخت برگردیدہ پھر ہماری طرف آیا اور دو خوشیاں باغوں کے پھولوں کی طرح ہمارے وجود میں پھوٹ نکلیں۔ ایک امن کی خوشی اور دوسرے دینی آزادی کی خوشی اور مجھے اپنے معظم اور مکرم بزرگوں کی ریاست سے کچھ حصہ نہیں ملا اور میں اپنے باپ کی موت کے بعد محروموں کی طرح ہو گیا اور میرے پر ایک ایسا زمانہ گذرا ہے کہ بجز چند گاؤں کے لوگوں کے اور کوئی مجھکو نہیں جانتا تھا یا کچھ ارد گرد کے دیہات کے لوگ تھے کہ روشناس تھے اور میری یہ حالت تھی کہ اگر میں کبھی سفر سے

اپنے گاؤں میں آتا تو کوئی مجھے نہ پوچھتا کہ تو کہاں سے آیا۔ اور اگر میں کسی مکان میں اُترتا تو کوئی سوال نہ کرتا کہ تو کہاں اُترا ہے۔ اور میں اس گمنامی اور اس حال کو بہت اچھا جانتا تھا اور شہرت اور عزت اور اقبال سے پرہیز کرتا تھا اور میری طبیعت کچھ ایسی واقع تھی کہ میں پوشیدہ رہنے کو بہت چاہتا تھا۔ اور میں ملنے والوں سے تنگ آجاتا تھا اور کوفتہ خاطر ہوتا تھا یہانتک کہ میرا باپ مجھ سے نومید ہوگیا اور سمجھا کہ یہ ہم میں ایک شب باش مہمان کی طرح ہے جو صرف روٹی کھانے کا شریک ہوتا ہے اور گمان کیا کہ یہ شخص خلوت کا عادی ہے اور لوگوں سے وسیع گھر کے ساتھ میل جمل رکھنے والا نہیں سو وہ مجھے اس عادت پر غصہ سے اور تیز کاردوں سے ملامت کرتا اور مجھے دن رات اور ظاہر اور در پردہ دنیا کی ترقی کے لئے نصیحت کیا کرتا تھا اور دنیا کی آرائشوں کی طرف رغبت دیتا تھا اور میرا دل خدا کی طرف کھینچا جا رہا تھا اور ایسا ہی میرا بھائی مجھے پیش آیا اور وہ ان باتوں میں میرے باپ سے مشابہ تھا۔ پس خدا نے ان دونوں کو وفات دی اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رکھا اور اس نے مجھے کہا کہ ایسا ہی کرنا چاہئے تھا تا تجھ میں خصومت کرنے والے باقی نہ رہیں اور اُنکا الحاح تجھکو ضرر نہ کرے پھر میرے رب نے مجھے عزت اور برگزیدگی کے گھر کیطرف کھینچا اور مجھے اسبات کا علم نہ تھا کہ وہ مجھے مسیح موعود بنا وے گا اور اپنے عہد مجھ میں پورے کریگا اور میں اس بات کو دوست رکھتا تھا کہ گمنامی کے گوشہ میں چھوڑا جاؤں اور میری تمام ذلت پوشیدہ اور گم رہنے میں تھی۔ میں دنیا اور دین کی شہرت کو نہیں چاہتا تھا اور میں ہمیشہ اپنی کوشش کی اونٹنی اسی طرف چلاتا گیا کہ میں فانیوں کی طرح پوشیدہ رہوں پس خدا کے حکم نے میرے پر غلبہ کیا اور میرے مرتبہ کو بلند کیا اور مجھے دعوتِ مخلوق کے لئے حکم کیا اور جو چاہا کیا کہ وہ احکم الحاکمین ہے۔

حُبِّبَ لنا فحبُّہ نتحبّبُ — وعن المنازل والمراتب نرغبُ

انّی اری الدنیا وبلذّۃ اھلھا — جذبت وارض ودادنا لاتجذبُ

یتمایلون علی النعیم وانّنا — ملنا الی وجہ یسرّ ویطربُ

انا تعلّقنا بنور حبیبنا — حتی استنار لنا الذی لا یحجبُ

سبّوا وما ادری لایّ جریمۃ — سبّوا انعصی الحِبَّ او نتجنّبُ

اقسمتُ انی لن افارقہ ولو — مُزّقتُ اُسودُ جثّتی او اذئبُ

ذھبت ریاسات الاکابر بموتھم — ولنا ریاسۃ خلّۃ لاتذھبُ

ہمارا ایک دوست ہے اور ہم اُسکی محبت سے پُر ہیں۔ اور مراتب اور منازل سے ہمیں بے رغبتی اور نفرت ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا اور اسکے طالبوں کی زمین قحط زدہ ہوگئی یعنی جلد تباہ ہوجائیگی اور ہماری محبت کی زمین کبھی قحط زدہ نہیں ہوگی۔ لوگ دنیا کی نعمت پر جھکتے ہیں مگر ہم اس مواہب کی طرف جھک گئے ہیں جو خوشی پہونچانیوالا اور طرب انگیز ہے۔ ہم اپنے پیارے کے دامن سے آویختہ ہیں ایسے کہ جو صاف اور شفاف نہیں ہو سکتا وہ بھی ہمارے لئے منور ہوگیا۔ انہوں نے گالیاں دیں اور میں نہیں جانتا کیوں دیں کیا ہم اُس دوست کی مخالفت کریں یا اُس سے کنارہ کریں۔ میں نے قسم کہائی ہے کہ میں اس سے علیحدہ نہیں ہوں گا اگرچہ شیر یا بھیڑیئے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کردیں لوگوں کی ریاستیں انکے مرنے کے ساتھہ جاتی رہیں اور ہمارے لئے دوستی کی وہ ریاستیں ہیں جو قابلِ زوال نہیں۔

اور اسیطرح میں لوگوں سے منقطع ہوچکا تہا اور دنیوی صلح اور جنگ سے فارغ ہو کر خدا تعالےٰ کیطرف جہک گیا تہا اور میں ابھی نوجوان تہا کہ اس بات کو جانتا تہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک امر عظیم کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور میری طبیعت ترقی اور قرب رب العالمین کو چاہتی تہی اور میری طبیعت کا سونا خاک کی جڑھ میں چمک رہا تہا بغیر اس کے کہ وہ کہود کر نکالا جائے اور ظاہر کیا جائے۔ اور میرا باپ میرے معاملہ میں غمگین رہتا تہا اور میری آہستگی کی خصلت اور دنیا کے کاموں میں شوخ اور چالاک نہ ہونا اسکو فکر اور غم میں رکہتا۔ اور وہ اس کوشش میں تہا کہ تا ہم اقبال کے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جائیں اور اپنے بزرگوں کی طرح دولت اور امیری کو پالیں حاصل کلام یہ کہ میرے باپ کا ارادہ تہا کہ ہم دنیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر پہونچ جاویں۔ لیکن خدا نے میرے لئے ایک اور رتبہ کا ارادہ کر رکہا تہا پس جو خدا نے چاہا وہی ہوا۔ اور اس نے سخت سیاہ رات میں جسکے سیاہ اور لمبے بال تہے نور عطا فرمایا اور میرے دلکو اُمتوں اور قوموں کے روشن کرنے کے لئے روشن کیا اور میرے پر احسان کیا اور مجھے مسیح موعود بنایا جیسا کہ قدیم سے اسکا وعدہ تہا۔ پہر طرح طرح کی مددوں کے ساتہہ میری تائید کی اور اپنے نشان دکہلائے اور میرے لئے آسمان پر کسوف خسوف ظاہر کیا تا کہ دعوے کی راہ چمکے اور کہانیوں کی راہوں کی طرح نہ ہو۔ اور جب میں نے اپنے مسیح موعود ہونیکی لوگوں کو خبر کی تو یہ بات اس ملک کے لوگوں پر بہت شاق گذری اور مجھے انہوں نے کافر ٹھہرایا اور میری تکذیب کی اور قریب تہا کہ وہ مجھے قتل کرتے اگر حکام کا خوف نہ ہوتا۔ اور وہ یہ حجت پیش کرتے تہے

کہ مسیح آسمان سے اُترے گا جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہے اور اُسپر اکابر فضلاء کا اتفاق ہی اور وہ اسی پر اصرار کرتے ہیں اور ہم نے انکو سنایا مگر انہوں نے نہ سُنا اور ہم نے سمجھایا مگر انہوں نے نہ سمجھا پس ہم نے ارادہ کیا کہ اس دعوت کو دوسری قوموں تک پہونچادیں اور انکو پہلو بہ پہلو گواہ بنادیں اور منکروں پر دوبارہ حجت قائم کردیں اور خدا سے ہم مدد چاہتے ہیں اور وہی بہتر آقا اور وہی بہتر مددگار ہے۔

اے زمین سُن جو میں کہتا ہوں اور اے آسمان گواہ رہنا

اے بھائیو میں اللہ جلشانہ سے الہام دیا گیا ہوں اور علوم ولایت میں سے مجھے علم عطا ہوا ہے پھر میں صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا تا اس امت کے دین کی تجدید کروں اور ایک حکم بنکر انکے اختلافات کو درمیان سے اُٹھاؤں اور صلیب کو آسمانی نشانوں کے ساتھ توڑوں اور قوت الٰہی سے زمین میں تبدیلی پیدا کروں۔ اور اللہ تعالیٰ نے الہام صریح اور وحی صحیح سے مجھے مسیح موعود اور مہدی موعود کے نام سے پکارا اور میں فریبیوں میں سے نہیں اور نہ میں ایسا ہوں کہ میری زبان پر جھوٹ جاری ہوتا اور میں لوگوں کو بدی میں ڈالتا اور جھوٹوں کے انجام کو آپ لوگ جانتے ہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہے اور باوجود اس کے میں نے اپنے نفس پر یہ تنگی کر رکھی تھی کہ میں کسی الہام کی پیروی نہ کروں مگر بعد اسکے کہ بار بار خدا تعالیٰ کی طرف سے اسکا اعلام ہو۔ اور قرآن اور حدیث سے بکلی موافق ہو اور پوری پوری مطابقت ہو۔ پھر اس کارروائی کے لئے ایک یہ شرط بھی میری طرف سے تھی کہ میں الہام کے بارہ میں اسکے کناروں تک نظر ڈالوں اور بغیر مشاہدہ خوارق کے قبول نہ کروں۔ پس بخدا کہ میں نے اپنے الہام میں ان تمام شرطوں کو پایا اور میں نے اسکو سچائی کا باغ دیکھا نہ اُس خشک گھاس کی طرح جسمیں سانپ ہو۔ پھر یہ الہام اُسوقت مجھے ملا جبکہ میرے جگر کے ٹکڑے خدا تعالیٰ کے شوق میں اُڑے اور عشاق الٰہی کی موت میرے پر آئی اور کئی قسم کے جلانے سے میں جلایا گیا اور کئی قسم کے خوفوں سے میں کوٹا گیا اور اہل و عیال سے میرا دل کاٹا گیا یہانتک کہ خدا تعالیٰ کا فعل پورا ہو گیا اور میرا راستہ کھولا گیا اور میرے چاند کا نور مجھ میں بھرا گیا پس اس سے مجھے دو حصے ملے۔ الہام کا نور اور عقل کا نور۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور کوئی اس کے فضل کو رد نہیں کر سکتا۔

پھر میرے الہام غیب کی پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور غیب اللہ جلشانہ کی ذات سے خاص ہے اور ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر اُس شخص کو پورا غلبہ بخشے جو فاسد الخیال

اور دنیا کا چاہنے والا ہے۔ کیا خدا ایسے آدمی کو دوست پکڑ سکتا ہے جس نے ہلاکت کی دام محض فریب کی راہ سے بچھائی اور لوگوں کو گمراہ کیا اور ہدایت نہ کی اور دین اسلام کو دشمنوں کی طرح ضرر پہونچایا۔ اور نور صدق سے اسکے مطلع کو روشن نہ کیا اور اسکی غمخواری میں نہ کبھی صبح کی اور نہ شام اور اسکی اصلاح کے لئے کچھ تگ و دو نہ کی بلکہ اپنے جھوٹ کے ساتھ ذہنوں کا زنگ بڑہایا اور اپنے افترا کی باتوں کے ساتھ اُمت میں فتنہ کی گرد و غبار پیدا کر دی۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالےٰ مفتریوں کو رسوا کرتا اور انکی جڑہ کاٹ کر اُنکے ساتھ انکو ملا دیتا ہے جو اُنسے پہلے لعنت کئے گئے ہیں

اور پہر یہ بات یاد رکھو کہ ایک مدت سے مجھے الہام ہو رہا تھا جسکو میں نے لوگوں سے ایک عرصہ تک چھپایا اور اپنے تئیں ظاہر نہ کیا پہر میں ظاہر کرنے کے لئے مامور ہوا تب میں نے حکم کی تعمیل کی۔ اور تمہیں حدیثیں پہونچ چکی ہیں اور تم سُن چکے ہو کہ مسیح موعود اور مہدی موعود صلیب کے غلبہ کے وقت ظاہر ہوگا اور صلیبی خرابیوں اور گمراہیوں کی تلافی کریگا اور مستعد لوگوں کو ہدایت دیگا۔ اور جنکو انکے نفسانی ننگ اور سرکشی قبول کرنے سے روکے گی وہ اتمام حجت کے حربہ سے مقتولوں کی طرح ہو جائیں گے۔ اور مسیح میں نزول کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ مسیح زرہ اور ہتھیاروں کے ساتھ ظاہر نہیں ہوگا اور کوئی لڑائی اسکو پیش نہیں آئے گی بلکہ اسکی بادشاہت آسمان میں ہوگی اور اُسکا حربہ اُسکی دُعا ہوگی۔

خدا تعالیٰ کی عادت یوں جاری ہوئی ہے کہ وہ بروقت کسی فساد کے تجدید دین کے لئے ازسرنو توجہ فرماتا ہے۔ پس اسی لئے اس نے میرے پر تجلی کی تاکہ اجساد میں روح پہونکے اور مجھے مسیح اور مہدی بنایا اور تمام سامان رشد کا مجھے عطا فرمایا اور مجھے وصیت کی کہ میں نرم زبانی اختیار کروں اور سختی اور افروختہ ہونے کو چھوڑ دوں۔ مگر کسر صلیب کا لفظ جو حدیثوں میں آیا ہے وہ بطور مجاز کے استعمال کیا گیا ہے اور اس سے مراد کوئی جنگ یا دینی لڑائی اور درحقیقت صلیب کا توڑنا نہیں ہے اور جس شخص نے ایسا خیال کیا اُس نے خطا کی ہے بلکہ اس لفظ سے مراد عیسائی مذہب پر حجت پوری کرنا اور دلائل واضح کے ساتھ صلیب کی شان کو توڑنا ہے۔ اور ہمیں حکم ہے کہ ہم نرمی اور حلم کے ساتھ حجت کو پوری کریں اور بدی کی عوض میں بدی نہ کریں مگر اُس صورت میں جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے اور اہانت کرنے اور فحش گوئی میں حد سے بڑھ جائے۔ پس ہم عیسائیوں کو گالی نہیں دیتے اور دشنام اور فحش گوئی اور ہتک عزت سے پیش نہیں آتے اور

ہم صرف ان لوگوں کی طرف توجہ کرتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بصراحت یا اشارات سے گالیاں دیتے ہیں۔ اور ہم اُن پادری صاحبوں کی عزت کرتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہیں دیتے اور ایسے دلوں کو جو اس پلیدی سے پاک ہیں ہم قابل تعظیم سمجھتے ہیں اور تعظیم تکریم کے ساتھ انکا نام لیتے ہیں اور ہمارے کسی بیان میں کوئی ایسا حرف اور نقطہ نہیں ہے جو اُن بزرگوں کی کسر شان کرتا ہو اور صرف ہم گالی دینے والوں کی گالی انکے موہنہ کی طرف واپس کرتے ہیں۔ تا انکے افترا کی پاداش ہو۔

تین نام ہیں جو احادیث صحیحہ میں بتصریح مذکور ہیں۔ یعنے حکم اور مہدی اور مسیح۔ اور جیسا کہ روایت کیا گیا ہے حکم کے نام کی یہ وجہ ہے کہ مسیح موعود امت کے اختلاف کے وقت میں ظاہر ہوگا۔ اور انمیں اپنے قول فیصل کے ساتھ وہ حکم دے گا جو قریب انصاف ہوگا اور اس کے زمانہ کے وقت میں کوئی عقیدہ ایسا نہیں ہوگا جس میں کئی قول نہ ہوں۔ پس وہ حق کو اختیار کرے گا اور باطل اور گمراہی کو چھوڑ دے گا۔ اور مہدی کے نام کی وجہ جیسا کہ روایت کیا گیا ہے یہ ہے کہ وہ علم کو علمار سے نہیں لے گا اور خدا تعالیٰ کے پاس سے ہدایت پائے گا جیسا کہ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طریق سے ہدایت دی اس نے محض خدا سے علم اور ہدایت کو پایا۔ اور مسیح کے نام کی وجہ جیسا کہ روایت کی گئی ہے یہ ہے کہ وہ دین کی اشاعت کے لئے تلوار اور نیزہ سے کام نہیں لے گا بلکہ تمام مدار اس کا آسمانی برکتوں کے چھونے پر ہوگا اور اُس کا حربہ قسم قسم کی تضرع اور دُعا ہوگی۔ پس خدا تعالیٰ کا شکر کرو کہ وہ تمہارے زمانہ اور تمہارے مُلک میں موجود ہے اور وہی تو ہے جو اسوقت تم سے کلام کر رہا ہے اور یہ وہ دن ہے جس میں برکات نازل ہو رہے ہیں اور نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور ایمان کا مسافر اپنے وطن کی طرف رجوع کر رہا ہے۔ اور اُسکے معدن سے علم کے موتی نکل رہے ہیں یہ وہ دن ہے جس سے کفار کے دلوں میں دھڑکہ بیٹھ گیا ہے اور غلبۂ رقت کی وجہ سے ابرار کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمہ ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ دن غافلوں کے جاگنے کا دن اور بہاگنے والوں کی رقتِ قلب کا دن ہے۔ اور یہ دن قبول اور ردّ کا دن ہے۔ اس میں قبول کرنے والوں کے موہنہ کشادہ اور خندان اور پہچاننے والے ہیں۔ اور ردّ کرنے والوں کے موہنہ ترش اور بدشکل اور ناشناس ہیں۔ اور جس نے صادق کے پاس آکر اسکی تصدیق کی اُس نے نئے سرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور اپنے تام متفرق کو

جمع کرلیا اور جس نے اعراض اور انکار کرکے صادق کی تکذیب کی وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہوگیا اور کچھہ نہ ڈرا- یہ میرا قول نہیں بلکہ یہی خدا تعالیٰ نے تاکیداً فرمایا ہے- میرے مبعوث ہونے کے ساتھہ تمام زاہد اور عابد آزمائے گئے- اور مجھے وہی دل جانتے ہیں جو بدلائے گئے اور مستقیم کئے گئے- مگر اس ملک کے اکثر علمار کا دل مرگیا اور خدا نے اُنکا نور ہدایت اور زیرکی چھین لی مجھے اکثر کافر کہتے ہیں اور نہیں جانتے کہ کسکو کہہ رہے ہیں اور حق سے مونہہ پھیرتے ہیں اور قبول نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کے نشان دیکھتے ہیں اور پھر ہدایت نہیں پاتے اور مجھے گالیاں دیتے ہیں اور میری بیخکنی کے لئے کوشش کرتے اور منصوبے بناتے ہیں اور مجھہ سے اور میری جماعت سے ٹھٹھا کرتے اور برے برے نام رکھتے ہیں اور عنقریب ظالم لوگ جان لینگے کہ کہاں پھیرے جاتے ہیں-

پھر اسے بزرگوں کے گروہ آپ لوگوں کو معلوم ہو کہ مجھے کئی سال سے الہام ہوا ہے اور میں اس بات کو عام و خاص پر ظاہر کرنے کے لئے حکم کیا گیا ہوں کہ وہ مسیح صدیق جس کے اترنے کے لئے اس امت کو وعدہ دیا گیا ہے کہ وہ صلیبی فتنوں کے شائع ہونے کے وقت اُترے گا وہی بندہ ہے جو صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا اور حکم کیا گیا ہے کہ تا خدا تعالیٰ کی حُجت اہل صلیب پر پوری کرے اور دلائل قاطعہ کے ساتھہ اُنکے غلو کو توڑے اور تمام کفار کا قطع عذر کرے اور جو لوگ بے توشہ ہو رہے ہیں اُن کو متاع جدید عطا فرماوے اور خدا کے ڈھونڈنے والوں کو خوشخبری دے یعنے اُن لوگوں کو جو خدا تعالےٰ کی رضامندی کی راہوں کو ڈھونڈتے ہیں- اور جناب خاتم الانبیار صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اس نبی پر خدا اور اُسکے فرشتوں اور تمام پاک بندوں کی طرف سے درود ہو- اور میں پہلے لکھہ چکا ہوں کہ یہ وقت مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہے- اور ہمارے رب کی بات صدق اور سچائی سے پوری ہوگی اور اُس نے اپنے عہدوں کو پورا کیا اور کس طرح پورا نہ کرتا اور اس کے وعدے کی مدت بہت گذر گئی تھی اور تمام نشانیاں پوری ہوچکی تھیں-

استغفار

زبان عربی کی ناواقفیت اور اس سچے تعلق کو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں میں ہوتا ہے نہ سمجھنے کے باعث بہت لوگوں نے استغفار کے معنوں میں کھائی ہے۔ استغفار جیسا کہ اسکے باب استفعال سے ہونے سے صاف ظاہر ہے کسی شے کی طلب یا دعا ہے۔ شے مطلوب کے سمجھنے کے لئے لفظ کے اصل معنوں کو دیکھنا ضروری ہے استغفار غفر سے نکلا ہے جس سے مغفرت غفران وغیرہ دوسرے مصدر بھی آئے ہیں لفظ غفر کے اصل اور اول معنے جس سے تمام دوسرے مفہوم نکالے گئے ہیں ڈھانکنے یا حفاظت کے ہیں لھذا استغفار کے اصلی معنے حفاظت کے لئے دعا یا طلب حفاظت ہوئے۔ باقی رہا یہ امر کہ کس سے حفاظت طلب کی جاتی ہے اور کس بارے میں حفاظت طلب کی جاتی ہے سو انمیں سے امر اول کے متعلق تو اتنا کہدینا کافی ہے کہ یہ اصطلاح مذہب اسلام کی ہے اور اس لئے یہ دعا بھی خدا تعالےٰ کے سوائے اور کسی کے آگے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسلام نے صرف اللہ تعالیٰ کو ہی وہ ہستی قرار دیا ہے جس سے تمام دعائیں مانگی جانی چاہئیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلام میں مروج طریق استغفار کا استغفر اللہ ہی ہے جس سے بھی یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ استغفار میں حفاظت اللہ تعالیٰ سے ہی مانگی جاتی ہے۔ اس لئے یہانتک تو کسی عیسائی کو بھی انکار کی گنجائش نہیں ہو سکتی کہ استغفار کا اصل اور سچا مفہوم اللہ تعالیٰ سے حفاظت طلب کرنا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ حفاظت کس بارے میں ہے آیا اس کا منشا صرف یہ ہے کہ ان بدیوں کی سزا سے حفاظت طلب کیجاوے جنکا کوئی شخص مرتکب ہو چکا ہے یا وہ حفاظت خود بدی اور گناہ سے طلب کیجاتی ہے اور پھر معنوں کو وسعت دینے سے وہ حفاظت بھی اس میں شامل ہو جاتی ہے جو بدیوں کی سزا سے طلب کیجاوے۔

ان سوالوں کے جواب کے لئے سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے کیا تعلق ہے۔ آیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے پھر اس سے کوئی تعلق رکھا ہی یا نہیں۔ سو واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ صرف خالق ہی نہیں بلکہ وہ قیوم بھی ہے۔ اور جس چیز کو اس نے

پیدا کیا ہے اسکی حفاظت بھی کرتا ہے جیسا کہ انسان بغیر خدا تعالیٰ کی خالقیت کے عدم سے وجود میں نہ آ سکتا تھا ایسا ہی بغیر اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے وہ پیدا ہونیکے بعد رہ نہ سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا یہ تقاضا تھا کہ وہ انسان کو پیدا کرے اور صفت قیومی کا یہ تقاضا تھا کہ جس چیز کو اُسنے اپنی صورت پر پیدا کیا تھا اسکو بگڑنے اور ہمیشہ کی تباہی سے بچاوے۔ انہی دو صفات کے بیان کے لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حیّ اور قیوم آئے ہیں یعنی عدم سے وجود میں لانیوالا۔ اور حفاظت کرنیوالا۔ اسمیں کوئی شک نہیں کر سکتا کہ انسان کی زندگی کے لئے جیسا کہ خالق کی ضرورت ہے قیوم کی بھی ضرورت ہے۔
اب جیسا کہ خدا تعالیٰ میں یہ حفاظت کی صفت موجود ہے اسی تقاضا کو پورا کرنے کے لئے انسانی فطرت میں ایک کمزوری ہے جو اسکے مخلوق ہونیکا لازمی نتیجہ ہے۔ فطرت کی کمزوری چاہتی ہے کہ اس کا سہارا کسی پر ہو قرآن شریف نے انسانی فطرت کی کمزوری کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے خلق الانسان ضعیفاً یعنی انسان کی پیدائش میں ہی کمزوری رکھی گئی ہے۔ انسان کا مخلوق ہونا ہی اس کمزوری کو چاہتا تھا تا اسکا سہارا اپنے خالق پر ہو۔ انسان ہر قدم میں اسیطرح اپنے خالق کا محتاج ہے جسطرح بچہ اپنی ماں کا۔ پس ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی صفت قیوم ہونیکی ہے اور دوسری طرف انسانی فطرت کی کمزوری ہے جو کسی سہارے اور مدد کو چاہتی ہے۔ اب اگرچہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی بیرونی اور اندرونی حفاظت کے لئے ہزارہا قسم کے اسباب پیدا کئے ہیں اور بن مانگے انسان کو وہ وسائل عطا کئے ہیں جنسے اسکی زندگی کا قیام ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ انسان کو چونکہ عقل دیگئی ہے اسلئے خدا تعالیٰ کی بعض عنایات ایسی ہیں کہ وہ انسان کو بھی طلب کرنی چاہئیں تاکہ وہ انسے فائدہ اُٹھا سکے۔ ہر ایک سمجھدار آدمی اپنی فطرت کی کمزوری کو محسوس کرتا ہے۔ اور اسبات کا احساس رکھتا ہے کہ انسانی فطرت خود بخود بدی کی کششوں کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتی بلکہ ایسی طاقت صرف خدا تعالیٰ سے ملسکتی ہے جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ اسلئے پھر اگر جان بوجھکر وہ خدائے تعالیٰ سے طاقت طلب نہیں کرتا تو وہ خود خدا تعالےٰ کے اس عطیہ سے اپنے تئیں محروم رکھتا ہے جسکو وہ طلب کرتا تو اس سے فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔ اسی مانگنے کی ضرورت کی طرف ہی قرآن شریف کی اس آیت میں اشارہ ہے جہاں یہ دعا سکھلائی گئی ہے کہ ایاك نستعین۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ فطرتی کمزوری کو پورا کرنے کے لئے وہ اللہ تعالےٰ کی حفاظت اور مدد مانگا کرے جیسا جیسا کسی انسان کو اس فطرتی کمزوری کا احساس ہو ویسا وہ گو

ویسا ویسا ہی خدا تعالیٰ سے زیادہ طاقت مانگے گا اور اتنا ہی زیادہ خدا تعالیٰ کی حفاظت اور مدد کو پائیگا۔

یہانتک یہ دلیل اسقدر روشن اور واضح ہے کہ ہم نہیں سمجھتے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاتا ہو اس کو اسکے ماننے سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ میں قیوم ہونیکی صفت ہے اور انسان کی فطرت میں کمزوری ہے جو کسی سہارے کو چاہتی ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ فطری کمزوری کے بد اثر سے محفوظ رہنے کے لئے انسان خدا تعالیٰ کی مدد اور حفاظت کو طلب کرے۔ دوسرے لفظوں میں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ گناہ سے بچا رہے اسے خدا تعالیٰ سے حفاظت اور مدد کی دعا کرنی چاہیئے۔ یہی بعینہٖ استغفار کے اصلی اور سچے معنے ہیں کیونکہ استغفار کے اصلی معنے لغت کی رو سے ہم دکھا چکے ہیں یہی ہو سکتے ہیں کہ انسان خدا تعالیٰ سے حفاظت اور مدد طلب کرے۔ اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی حفاظت اور مدد کا طلب کرنا بدی سے بچنے کے لئے ضروری ہے تو گویا استغفار بدی سے بچنے کے لئے ضروری ہوا بغیر اس بحث کے کہ کوئی انسان جو ایسی حفاظت طلب کرتا ہے گنہگار ہے یا نہیں۔ اگر گناہ کا وجود بھی نہ ہوتا تو بھی چونکہ انسان کا اصل سہارا خدا ہی ہے خدا تعالیٰ سے حفاظت طلب کرنا ضروری ہوتا یا دوسرے الفاظ میں استغفار ضروری ہوتا۔ استغفار کی ضرورت دائمی ہے تاکہ وہ عمارت جسکو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے ضائع نہ ہو جاوے۔ لیکن یہ بغیر خدا تعالیٰ کی مدد اور حفاظت کے ممکن ہی نہ تھا۔ انسانی فطرت میں ایک طبعی تقاضا تھا جسکو پورا کئے بغیر وہ کمال کو حاصل ہی نہ کر سکتا تھا اسی تقاضے کو پورا کرنے کے لئے اسکو استغفار کی ہدایت کی گئی تاکہ خدا تعالیٰ کی مدد کی جاتی ہے فطری کمزوری کا ازالہ ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کی صفت خالقیت کا ظہور تو صرف پیدا کرنے کے وقت ہی ہوتا ہے۔ لیکن اسکی صفت قیومیت چونکہ انسان کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے اس لئے اسکا ظہور بھی ہر وقت ضروری ہے۔ یہاں سے استغفار کی دائمی ضرورت پیدا ہوتی ہے۔

اس تمام بحث سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ **استغفار** کی سچی اور اصلی ضرورت بدی سے بچنے کے لئے ہے اور اس لئے جو سوال ہم نے ابتدا میں اُٹھایا تھا کہ استغفار میں دعا کس امر سے حفاظت کے لئے مانگی جاتی ہے اسکا جواب یہ ہوا کہ اولاً وہ امر جس سے حفاظت طلب کیجاتی ہے انسانی فطری کمزوری ہی ہے۔ انسان کی فطرت اور اللہ تعالےٰ کے صفات دونوں اس امر کے مقتضی ہیں کہ بدی سے بچنے کے لئے استغفار کیا جاوے۔ جس پہلو سے سوچا جائے یہی امر حق معلوم ہوتا ہے۔ اگر انسانی دل میں یہ خواہش ہے کہ جو بدی وہ کر چکا ہے اُس سے بچنے کے لئے دعا کرے تو اس سے بدرجہا

بڑا گریہ تڑپ اسکے دل میں لگی ہوئی ہے کہ وہ بدی سے بچایا جاوے اور نفس امارہ کی تمام خواہشیں دبی رہ کر وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرے بلکہ یہ دوسری خواہش انسانی فطرت میں منقوش ہے اور ہمیشہ وہاں موجود ہے اور ہر ایک شخص کو خواہ اس نے گناہ کیا ہو یا نہ کیا ہو لگی ہوئی ہے۔ حالانکہ گناہ کی سزا سے بچنے کی خواہش صرف گناہ کرنے کے بعد پیدا ہوتی ہے اور اس لیئے یہ ایک عارضی چیز ہے۔ گناہ سے نجات پا جانا ہی نجات ہے اور چونکہ ہر ایک دل میں نجات کی خواہش فطرتی طور پر لگی ہوئی ہے اس لیئے تمام انسانوں کی پہلی اور سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ وہ گناہوں سے نجات حاصل کریں علاوہ اسکے گناہ کی سزا سے بچنے کی سچی خواہش کبھی دل میں پیدا ہوتی ہی نہیں جب تک اسکی ساتھ یہ سچی خواہش نہ ملی ہوئی ہو کہ خود گناہ سے ہی نجات ملجاوے سچی توبہ یہی ہے کہ انسان کا دل بدی سے بیزار ہو جاوے اور گناہ سے اسکو سخت نفرت ہو جاوے ان تمام باتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے بڑی خواہش جو انسانی دل میں ہے وہ یہی ہے کہ وہ بدی سے بچایا جاوے اور اسلیئے اگر استغفار کے ایک ہی معنے ہوتے اور اسکے معنوں میں وسعت نہوتی تو وہ معنے اسکے سوائے کچھ نہ ہو سکتے تھے کہ خداتعالیٰ سے بدی سے بچنے کے لیئے دعا کیجاوے اور اس لیئے بدی کے نتائج سے محفوظ رکھے جانے کے معنے استغفار کی اہم غرض اور اصل مفہوم نہیں ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

جس نتیجہ پر ہم پہونچے ہیں اسکی تائید اور طرح پر بھی ہوتی ہے اگر ہم یہ دیکھیں کہ انبیاء کی بعثت کی اصل غرض کیا ہوتی ہے تو معلوم ہوگا کہ یہ غرض بھی صرف یہی ہوتی ہے کہ وہ انسانوں کو گناہ سے نجات دیویں اور یہ غرض نہیں ہوتی کہ لوگ گناہ کرتے جاویں اور انبیاء انکے گناہ معاف کرا کر انکو سزا سے بچاتے جاویں۔ اسلیئے جو کام کسی نبی نے کیا ہے اسکا اندازہ صرف اسی سے ہو سکتا ہے کہ کسقدر اس کے ذریعہ سے دنیا نے گناہ سے نجات پائی ہے اور اسی ایک معاملہ میں انکی فضیلتوں کا بھی مقابلہ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بزرگی اور فضیلت حاصل ہے جو اور کسی نبی کو نہیں ہوئی آپ ایسے وقت میں مبعوث ہوئے جب دنیا پر ایک تاریکی چھائی ہوئی تھی اور علمی اور اعتقادی طور پر دنیا ضلالت میں پڑی ہوئی تھی۔ عرب کے لوگ جو بلاواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب تھے انکی یہ حالت تھی کہ بدیوں میں غرق ہوئے ہوئے تھے اور اخلاق فاضلہ کا نام تک بھی نہ جانتے تھے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں آپنے ایک عظیم الشان تبدیلی انکی زندگی میں کر دکھائی اور تمام بدیوں سے جنمیں وہ مبتلا تھے انکو نجات دی بدی کے

انکو گڑھے سے نکالکر آپ نے انکو تہذیب کے اعلیٰ معراج پر پہونچایا۔ اور دنیا کو گناہ سے نجات دینے کا وہ نمونہ دیا جو محسوس اور مشہود ہے۔ اسی ایک بات میں یسوع کی ناکامی نظر آتی ہے عیسائی اُس کے متعلق صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ اسکے ذریعہ گناہ معاف ہو گئے لیکن گناہ سے نجات دینے کا نمونہ انجیل کے مطابق انکی زندگی میں کہیں نہیں ملتا اور نہ انجیلیں اس امر پر کچھ روشنی ڈالتی ہیں کہ کتنے ہزار آدمیوں کو یسوع نے اپنی زندگی میں اور اپنے وعظ اور نمونہ سے بدی سے بچایا۔ اور یہ جو بار بار کہا جاتا ہے کہ اسکی موت کے بعد اس کے پیرودں میں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی بالکل ناقابلِ اعتبار بیان ہے۔ کیونکہ جب وہ زندگی میں یا کچھ نہیں کر سکا تو کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ مر کر وہ کوئی اثر ڈال سکا ہو زندگی میں تو وہ اپنے خاص مریدوں کو بھی گناہ سے نہ چھوڑا سکا۔ بلکہ گیاراں حواری بھی (بارہواں تو قابلِ ذکر ہی نہیں) عین موقعہ پر اپنے اُستاد کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور اسطرح سے ایک بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے۔

غرضیکہ انبیاء کی بعثت کی علت غائی گناہ سے نجات دینا ہوتا ہے اور قرآن میں ایسی آیتیں بکثرت موجود ہیں لیکن چونکہ یہ غرض بغیر اس کے کہ گناہ سے نجات حاصل کرنیکے لئے دعا سکھلائی جائے حاصل ہی نہ ہو سکتی تھی جیسا کہ خود مخالفین کے نزدیک بھی مسلّم ہے کیونکہ خدا تعالیٰ سے ہی وہ طاقت ملتی ہے جس سے انسان شیطان پر غلبہ پاسکتا ہے۔ اس لئے یہ ایک حیرت انگیز بات ہو گی کہ خدا کا ایک نبی اس غرض کے لئے دنیا میں آئے اور نبی بھی وہ جس نے سب سے زیادہ دنیا کو گناہ سے نجات دی اور پھر وہ بغیر اس قسم کی دعا کے سکھانے کے دنیا سے چلا جائے قرآن شریف جو بار بار تزکیہ نفس پر اور پاکیزگی کی زندگی پر زور دیتا ہے تو کیا اسمیں وہ ذریعہ نہیں بتایا گیا جس سے انسان پاک زندگی حاصل کر سکتا ہے؟ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لاکھوں مخلوق کو کھلے کھلے طور پر جس سے انکار نہیں ہو سکتا گناہ سے نجات دی تو کیا بغیر اس ذریعہ کے سکھانے کے تھی جس سے انسانوں کو گناہ سے نجات مل سکتی ہے؟ اگر ان سوالوں کا جواب ہم ہاں میں دیں تو گویا متضاد امور کو اور متضاد باتوں کو اکٹھا کریں گے۔

یہ تمام امور اسی بات پر شاہد ہیں کہ استغفار کی علت غائی بدی سے بچے رہنا ہے۔ استغفار دعا ہے جو سب دعاؤں سے افضل ہے۔ یہ روز کی روٹی کے لئے دعا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی حفاظت اور قوت کے لئے دعا ہے گرنے اور ٹھوکر کھانے سے بچایا جانے کے لئے دعا ہے اور سب سے اعلیٰ اور اکمل برکات کے حاصل کرنیکے لئے دعا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ اور اس کے بندے میں شدید اور مضبوط

تعلق پیدا کرنیوالی دُعا ہے اور انسانی روح کا اس مقام تک پرواز کراتی ہے جو سب سے بلند مقام ہے۔ جو شخص استغفار کرتا ہے وہ اپنے مولیٰ کے سامنے عاجز ہو کر گر جاتا ہے وہ اپنے نفس کی کمزوری رستہ کے خطروں اور اپنے مولیٰ کی طاقتوں کو خوب دیکھتا اور سمجھتا ہے وہ اپنی قوت پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ ایک طاقت ور ہستی کی حفاظت میں آجاتا ہے اور اسی سے مدد طلب کرتا ہے اسکی تمام خوشی بلکہ اسکا بہشت اسی میں ہے کہ وہ اس مضبوط چٹان پر قائم ہو جائے اور بغیر خدا تعالیٰ کی حفاظت کے اسکی زندگی ہی نہیں ہوتی۔ وہ خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا ہے کہ اسے نفس کی کمزوریوں کا مطیع ہونے سے بچاوے اور اپنی پناہ اور اپنی سایہ میں اسکو لے لیوے وہ اپنے آپکو بالکل نیست کر دیتا ہے اور اُس کے لئے جو کچھ ہوتا ہے خدا ہی ہوتا ہے اسکی ہر دم یہی دعا ہوتی ہے کہ وہ اپنی طاقت سے اسے انسانی کمزوریوں کی لغزش سے بچاوے اور اپنی قوت میں سے اسکو قوت دے اور اپنے نور سے اسکو نور دے اور خود ہی اُسے ہدایت کرے۔ جو شخص ہمیشہ استغفار کرتا ہے وہ اپنی کمزوری کو جان لیتا ہے اور اسلئے مدد اور حفاظت کے لئے ہر لحہ خدا کیطرف دوڑتا ہے اور اُسکا استغفار اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ وہ نفس کی کمزوریوں پر غالب آگیا اور بدی کی کشش کو دور کر دیا کیونکہ وہ اپنی قوت سے نہیں بلکہ خدا کی قوت سے بڑھا اور اُسکے نور نے نازل ہو کر ان تمام کمزوریوں کو دبا دیا جو اُسکے گناہ کا باعث ہو سکتی تھیں دانشمند انسان چونکہ اپنے نفس کی کمزوری پر آگاہی رکھتا ہے اسلئے وہ اپنی طاقت پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہے کہ وہ گرنے اور ٹھوکر کھانے سے بچایا جاوے اور استغفار پر اُسکا سہارا ہوتا ہے معصوم وہی ہے جو مدد کے لئے خدا تعالیٰ کیطرف بھاگتا ہے وہ اس بات کو یقیناً جانتا ہے کہ انسانی فطرت خود بخود کمال اپنے اندر نہیں رکھتی۔ بلکہ یہ کمال اُسے خدا تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے اور کہ وہ خود بخود طاقت نہیں رکھتی بلکہ ایسی طاقت اُسکے لحہ خدا سے ملتی ہے اور کہ خود بخود اسکے اندر کامل روشنی نہیں بلکہ کامل روشنی اُسے خدا تعالیٰ سے ملتی ہے۔ انسانوں میں سے وہی کامل طور پر معصوم ہے جو ہر وقت اور ہر لحظہ خدا تعالیٰ سے قوت طلب کرتا اور قوت پاتا ہے اور اسی کے لئے چلاتا اور دُعا کرتا ہے۔ یہی خدا تعالیٰ کی توحید کے راز کا اصل اصول ہے کہ عصمت کو کسی انسان کی ملکیت خاص نہ کیا جاوے بلکہ اسکا اصل سرچشمہ خدا ہی ہے اور جو اس سے طلب کرتے ہیں وہی پاتے ہیں۔

ہم اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ استغفار کے معنے بعض حالتوں میں وسیع کئے جاتے ہیں لیکن معنوں کی اس وسعت کے ساتھ اسکے اصل مفہوم پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور نہ اس میں کوئی تغیر ہی آتا ہی وسیع معنوں میں استغفار سے یہ مراد ہوتی ہے کہ جو گناہ انسان سے ہو چکے ہیں اُنکی سزا سے اور بدنتائج سے

اللہ تعالیٰ سے حفاظت طلب کیجاوے۔ یہاں بھی حفاظت کے طلب کرنے کا مفہوم جو اسکے اصل معنوں میں موجود ہے پایا جاتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس صورت میں گناہ کے بدنتائج سے حفاظت طلب کیجاتی ہے۔ لیکن ان معنوں میں یہ لفظ اُن لوگوں پر کبھی نہیں بولا گیا جنکو خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ اور اپنے پیارے اور مقرب لوگ بیان کرتا ہے۔ کیونکہ انکے ساتھ خدا تعالیٰ کے یہ وعدے ہیں کہ کسی قسم کی سزا انکو نہ ملیگی اور وہ خدا تعالیٰ کی رحم کی گود میں بٹھائے جائینگے۔ پھر انکے استغفار کے یہ معنے کیونکر ہو سکتے ہیں کہ انکو دوزخ سے بچایا جائے جبکہ خدا تعالیٰ خود انکو فرما چکا ہے کہ لا یسمعون حسیسہا یعنی وہ دوزخ کی آہٹ بھی نہ سُنیں گے۔ اگر اُنکے استغفار کے یہی معنے ہوتے تو پھر گویا اُنکو خدا تعالیٰ کے وعدوں پر کوئی ایمان نہ ہوا۔ وہ جسے خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم نے تجھے تمام جہان کے لئے رحمت کرکے بھیجا ہے کیونکر شک کر سکتا ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کے رحم سے حصہ ملیگا یا نہیں۔

قرآن شریف میں بکثرت ایسی آیات موجود ہیں جنسے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی بلکہ وہ اسطرح بکلی خدا تعالیٰ کے تصرف میں ہوتے ہیں جسطرح ایک کَل انسان کے تصرف میں ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ترجمہ کہدے کہ میری ایسی حالت ہے کہ میری اپنی ہستی پر بالکل موت وارد ہو چکی ہے اور میری عبادت اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا خالص اور بغیر کسی ملاوٹ کے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ یہ آیت قطعی ثبوت اس امر کا ہے کہ انبیاء نہیں بولتے جبتک خدا اُنکو نہ بلائے اور کوئی کام نہیں کرتے جبتک خدا اُسے نکرائے جو کچھ وہ کہتے ہیں یا کرتے ہیں وہ خدا تعالےٰ کے احکام کے نیچے کہتے یا کرتے ہیں اور اُنسے وہ طاقت سلب کیجاتی ہے جس سے خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی انسان کرتا ہے وہ خدا کے ہاتھ میں ایسے ہوتے ہیں جیسے مردہ۔ اور اسکی ہستی اُنپر ایسی غالب ہوتی ہے کہ انکی اپنی ہستی پر فنا آجاتی ہے اُنکے اقوال و افعال اُسی کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں بلکہ وہ تمام اُسی کی طرف سے ہوتے ہیں مثلاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی جو کام تو نے کیا وہ تو نے نہیں بلکہ خدا نے کیا اور پھر کہتا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ یہ نبی اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا بلکہ وہی بات بولتا ہے جو اُسکو خدا تعالیٰ بذریعہ وحی حکم دیتا ہے۔ ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو خدا تعالیٰ اپنے اقوال و افعال قرار دیتا ہے پس قرآن کریم

ہیں یہ صاف دعویٰ ہے کہ انبیاء خدا تعالیٰ کے منشاء کے مظہر ہوتے ہیں انکی اپنی خواہشات کچھ نہیں ہوتیں بلکہ اُنکا جینا مرنا سب کچھ خدا کی خاطر ہی ہوتا ہے اور اپنی بڑائی کی اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہوتی۔ اُنکی روح خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ایسی گری ہوئی ہوتی ہے اور ایسی خالص عظمت اسکی چاہتی ہے کہ غیر کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

اسی قسم کی اور آیات قرآن شریف میں بکثرت ہیں۔ لیکن چونکہ مضمون کے طویل ہونیکا اندیشہ ہے اس لیے ہم صرف ایک اور موقع اس قسم کا نقل کر کے بس کرتے ہیں۔ سورہ انبیاء میں یہ آئتیں ہیں۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحي اليه انه لا اله الا انا فاعبدون ۝ وقالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحنه بل عباد مكرمون ۝ لا يسبقونه بالقول وهم بامره يعملون ۝ يعلم ما بين ايديهم وما خلفهم ولا يشفعون الا لمن ارتضى وهم من خشيته مشفقون ۝ ومن يقل منهم اني اله من دونه فذلك نجزيه جهنم كذلك نجزي الظلمين - ترجمہ اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا جسکو یہ وحی نہ کی ہو کہ سوائے میرے اور کوئی معبود نہیں سو میری ہی پرستش کرو اور کہا (عیسائیوں نے) رحمٰن نے (یسوع کو) بیٹا بنایا۔ پاک ہے وہ اس سے بلکہ اس کے معزز بندے ہیں کلام کرنے میں اس سے آگے نہیں چلتے اور وہ اسی کے حکم پر کام کرتے ہیں۔ وہ جانتا ہے جو کچھ انکے آگے اور انکے پیچھے ہے اور وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اس کے لئے کہ جس سے وہ خوش ہو اور وہ اس کے خوف سے ڈرتے ہیں اور جو کوئی انمیں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں (جیسا کہ عیسائی سمجھتے ہیں عیسیٰ نے کہا) تو ہم اس کو سزا جہنم دینگے ظالموں کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ ان آیتوں کے لکھنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ ان میں انبیاء کا ہی ذکر ہے اور انبیاء کی نسبت ہی یہاں یہ کہا گیا ہے کہ وہ کوئی کلام نہیں کرتے جبتک خدا تعالےٰ کلام نہ کرے اور کوئی کام نہیں کرتے جبتک خدا تعالےٰ حکم نہ دے۔ گویا انبیاء کے اقوال و افعال کو خدا نے پھر اس جگہ اپنے اقوال و افعال کہا ہے۔ اور اس لئے یہ کہنا سخت غلطی ہے کہ وہ بھی کبھی خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ ان کے آنے کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کے احکام پر چلا دیں تو گویا وہ خدا کے احکام کو عملدرآمد میں لانے والے ہوتے ہیں اسلئے اگر وہ خود ہی احکام کی خلاف ورزی کریں تو پھر وہ عملدرآمد کرانے والے نہ رہے یا دوسرے

لفظوں میں یوں کہو کہ نبی نہ رہے وہ خدا تعالیٰ کے مظہر اور اسکے اقوال و افعال کے مظہر ہوتے ہیں پس خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی اُنکی طرف منسوب ہی نہیں ہو سکتی۔ ہم یہاں یہ بھی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ آیات کے آخری الفاظ میں کہ جو کوئی کہے کہ میں خدا ہوں صرف فرض کیطور پر ایک امر بیان کیا گیا ہے اور پھر ساتھ ہی اسکے ان الفاظ سے کہ ہم اُسے دوزخ میں ڈالیں گے اسکی نفی بھی کی گئی ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اسکے صالح بندے دوزخ کی آہٹ بھی نہ سُنیں گے) لیکن تاہم ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ ان الفاظ میں عیسائی عقیدہ کی طرف ایک لطیف اشارہ ہو جس نے پہلے یسوع کو خدا بنایا اور پھر اُسے دوزخ میں بھیجا۔

غرض متذکرہ بالا آیات سے اور اسی قسم کی دوسری آیات سے جو بکثرت قرآنِ کریم میں موجود ہیں یہ قطعی ثبوت ملتا ہے کہ انبیاء کے اقوال و افعال کو خدا تعالیٰ اپنے اقوال و افعال ٹھہراتا ہے۔ اور وہ اسی طرح پھرتے ہیں جسطرح وہ انکو پھراتا ہے وہ اسکے ہاتھ میں ایسے بے اختیار ہوتے ہیں جیسے کہ ایک مردہ اور بجلی اسی کے تصرف میں ہوتے ہیں اُنکے اپنے جذبات اور خواہشات کچھ نہیں ہوتے اور نہ اُنکے حرکات اور کلام اور ارادے اُنکے اپنے ہوتے ہیں۔ حرکت یا سکون۔ رنج یا راحت۔ خوشی یا غم۔ محبت یا عداوت۔ عفو یا انتقام۔ سخاوت یا بخل۔ شجاعت یا بزدلی رحم یا غضب اُنکی طرف منسوب ہی نہیں ہو سکتے کیونکہ اُنکی اپنی مرضی یا اپنے ارادے کچھ نہیں ہوتے۔ وہ خدا تعالےٰ کے تصرف تام میں ہوتے ہیں اور اُنکے تمام قویٰ اُسی کی خدمت میں لگے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس طرح پر اگرچہ استغفار کا اصلی اور حقیقی مفہوم خدا تعالےٰ سے حفاظت اور مدد کی دُعا کرنی ہی اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں انہیں معنوں میں یہ لفظ بولا گیا ہے۔ تاہم اسکے معنے عام انسانوں کیلئے وسیع کئے گئے ہیں جنکو دونوں دُعاؤں کی ضرورت ہے یعنی گناہ سے حفاظت کی دُعا اور گناہ کی سزا سے حفاظت کی دُعا۔ اِن دونوں دُعاؤں کا ایک ہی لفظ میں اکٹھا کر دینا انسانی فطرت کے صحیح علم کو ظاہر کرتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ شریف کے نزدیک صرف گذشتہ گناہوں کیلئے پچھتانے یا افسوس کرنیکا ہی نام توبہ نہیں ہے بلکہ سچی توبہ وہ ہے جس کے ساتھ سچی اور دلی خواہش گناہ سے بچنے کی اور سچا اور مضبوط ارادہ بدی سے پرہیز کرنے کا ہو استغفار ہی ہے جو انسانی فطرت کے

دونوں تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور انسان کو نجات کیلئے جن دو چیزوں کی ضرورت ہے وہ دونوں مہیا کرتا ہے۔

اسطرح پر استغفار ہر ایک طبقہ کے انسانوں کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ دعا ہے۔

استغفار کے معنے جو قرآن کریم کے رو سے اوپر بیان کئے گئے ہیں ان معنوں کے لحاظ سے استغفار ہی ایک سچا ذریعہ خدا تعالیٰ سے قوت اور طاقت طلب کرنیکا ہے اور استغفار ہی وہ راستہ ہے جس میں چلکر انسان معصوم رہ سکتا ہے اور کوئی سمجھدار آدمی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن جو لوگ بجائے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے ایک انسان کے خون پر بھروسہ کر بیٹھے ہیں وہ استغفار کی برکات کو نہیں سمجھ سکتے۔ انکا سہارا اور قوت خدا میں نہیں ہے بلکہ ایک کمزور انسان میں جو انکے زعم کے مطابق صلیب پر مارا گیا وہ استغفار کو گناہ کا علاج نہیں سمجھتے انبیاء کو گنہگار ٹھہراتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی بے ادبی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لاکھوں آدمیوں میں سے جو ہر زمانہ میں سوسائٹی کے لئے ضرر رساں ہونے کے سبب سے پھانسی دئے جاتے اور صلیب پر چڑھائے جاتے ہیں ایک انسان جسکو وہ تجویز کرتے ہیں ایسا تھا کہ اس کے صلیب پر مرنے سے تمام دنیا کے گناہ معاف ہو گئے یا کم از کم ان لوگوں کے جو ایسا سمجھ لیں۔ وہ انسانوں کی طرح پیدا ہوا۔ انسانوں کی کمزوریاں اور نقص اس میں موجود تھے۔ اسیطرح بیماریاں اور دکھ اٹھاتا رہا۔ کبھی ایکدفعہ بھی خدائی طاقت نہ دکھا سکا اور آخر کار مجرم کی موت مر گیا۔ لیکن پھر بھی ہمیں اسے خدا سمجھ لینا چاہیئے کیونکہ پادری صاحبان کا یہ خیال ہے۔ اگر ان لوگوں کی سمجھ میں استغفار کا پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کا مفہوم نہ آسکے تو وہ معذور ہیں کیونکہ ایک جھوٹے اصول نے انکی سمجھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔

اب ہم قرآن شریف سے چند ایسی آیات پیش کرتے ہیں جہاں استغفار کو نیک آدمیوں کا اعلیٰ درجہ کا وصف بیان کیا گیا ہے ان المتقین فی جنت وعیون اٰخذین ما اٰتٰھم ربھم انھم کانوا قبل ذٰلک محسنین کانوا قلیلا من الیل ما یھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون (الذٰریٰت) ترجمہ متقی باغوں اور چشموں کے درمیان رہیں گے اور وہ نعمتیں حاصل کریں گے جو انکا رب انکو دیگا۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے محسن تھے بہت تھوڑا حصہ رات کا سویا کرتے تھے اور صبح کو استغفار کیا کرتے تھے اس آیت میں استغفار کو پرہیزگاری اور نیکی کا ثمرہ موجب ٹھہرایا گیا ہے اور اسکا نتیجہ یہ نہیں بیان کیا گیا کہ اسلئے وہ دوزخ سے بچائے گئے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ انکے استغفار کی وجہ سے ان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے بڑے بڑے برکات اور نعما نازل ہوئے

اور بڑا اجر انکو دیا گیا۔ لفظ احسان جو اس آیت میں آیا ہے اسکے معنے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کردیئے ہیں یعنی اسطرح پر خدا کی عبادت کرنا کہ گویا کہ انسان اُسے دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ کہ وہ انسان کو دیکھ رہا ہے۔ لیکن جو شخص اس منزل تک پہونچ جاتا ہے کہ گویا کہ وہ خدا کو دیکھتا ہے تو پھر وہ گناہ بھی نہیں کرسکتا کیونکہ پھر وہ دیکھتا ہے کہ وہ طاقت ور ہستی جسکے حضور وہ کھڑا ہے ایک دم میں اُسکو تباہ کرسکتی ہے اگر وہ اُسکے احکام کی خلاف ورزی کرے۔ اسلیئے وہ گناہ سے ایسا بچتا ہے اور ڈرتا ہے جیسا ایک شخص آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ڈرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آگ جلادے گی۔

اب آیت مذکورہ بالا میں یہ بیان ہے کہ برکات و انوار الہی محسنوں کو دیئے جاویں گے اور پھر کہا گیا ہے کہ محسن وہ لوگ ہیں جو رات کا بہت تھوڑا حصہ سوتے ہیں اور صبح کے وقت استغفار کہتے ہیں اگر استغفار کے صرف یہی معنے لیئے جاویں کہ گناہوں کی سزا سے بچنے کی دعا تو آیت بالکل بے معنی ہو جاتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو لوگ رات کو خدا تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوکر گذاریں صبح ہوتے ہی وہ گناہوں کی معافی میں لگ جائیں گویا کہ وہ اپنی عبادت کو اور خدا کے حضور کھڑا ہونیکو گناہ سمجھتے ہیں اور رات کو یہ گناہ کرکے صبح کو اُنکی معافی طلب کرتے ہیں لیکن اگر استغفار کے اصل معنے لیئے جاویں تو آیت کے معنے بالکل صاف ہیں یعنی یہ کہ جن لوگوں کو یہ طاقت ملتی ہے کہ وہ راتکو خدا کے حضور کھڑا ہوکر گذاریں اور شیطان پر اُنکو غلبہ ملتا ہے وہ صبح کو پھر انہیں دعاؤں میں مشغول ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اُنکو استقامت کی طاقت بخشے اور اور بھی اُنکو قوت دے کہ وہ اُسکی راہ میں بغیر ٹھوکر کے چل سکیں ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی حفاظت کی اور بھی زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک لذت اُنکو خدا تعالیٰ کی عبادت میں ملتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اُن کے نفس کی کمزوری کے سبب وہ لذت جاتی نہ رہے لیکن اگر استغفار کے معنے صرف اسیقدر ہیں کہ جو گناہ کوئی انسان کرچکا ہے اُنکی سزا سے بچنے کے لئے دعا کیجائے تو چاہیئے تھا کہ استغفار مانگنے سے پہلے کوئی گناہوں کا ذکر ہوتا نہ کہ عبادت کا۔ تاکہ بعد میں استغفار کا موقعہ ہوتا۔

ایسا ہی ایک دوسرے موقعہ پر قرآن شریف فرماتا ہے۔ الصبرین والصدقین والقنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار اب یہاں امر اول غور طلب یہی ہے کہ استغفار کو نیکی اور راستبازی کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے صبر اور صدق اور فرمانبرداری اور انفاق فی سبیل اللہ کی طرح استغفار بھی ایک نیکی ہے اور ہدایت کی گئی ہے کہ جسطرح دوسری نیکی کے

کاموں کو انسان بجالاتا ہے   اسی طرح ہمیشہ استغفار میں بھی لگا رہے اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ استغفار صرف سزا سے بچنے کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ دوسری نیکیوں کی طرح یہ بھی بڑے بڑے برکات الہی کا موجب ہوتا ہے۔ پھر تمام نیکیوں کے بعد استغفار کا ذکر کرنے سے یہ بھی صاف منشاء قرآن کریم کا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کی جڑھ استغفار ہی ہے اور جو شخص استغفار کرتا ہے اسکو یہ سب باتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ ان دونوں باتوں سے استغفار کے معنے صاف حل ہو جاتے ہیں اور یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ استغفار کا اصل اور سچا مفہوم یہی ہے کہ خداتعالیٰ سے یہ دعا کی جاتی ہے کہ وہ اپنے احکام پر چلنے کی طاقت انسان کو بخشے اور نفس کی کمزوریوں سے اسکی حفاظت کرے۔

استغفار کے متعلق صرف یہی نہیں لکھا کہ وہ انسان کو نیکی کیطرف کھینچتا اور نیکی کی طاقت دیتا ہے بلکہ نیکیوں کے لئے خداتعالیٰ نے مغفرت کے وعدے بھی دئے ہیں مثلاً سورہ ھود کی اس آیت پر غور کرو الا الذین صبروا وعملوا الصلحت اولئک لہم مغفرۃ واجر کبیر۔ صبر کیا چیز ہے الصبر علی الطاعۃ والصبر عن المعصیۃ یعنی نیکیوں پر لگے رہنا اور بدیوں سے بچے رہنا۔ پس آیت کا ترجمہ یہ ہوا جو شخص نیکیوں میں لگے رہتے ہیں اور بدیوں سے بچے رہتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں   انکو خدا کیطرف سے مغفرت اور بڑے بڑے اجر ملیں گے گویا مغفرت اعمال صالح کی جزا ہوئی۔ اسجگہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت کے معنوں کو گناہ کی سزا سے بچائے جانے تک محدود کرنا غلطی ہے کیونکہ یہاں مغفرت کا وعدہ ان لوگوں کیلئے ہے جو اعمال صالح کرتے رہے ہیں اور گناہ سے بچتے رہے ہیں۔ پس یہاں مغفرت کے معنے سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مغفرت خداتعالےٰ کیطرف سے وہ طاقت اور حفاظت ہے جسکی مدد سے نیک لوگ روحانی طور پر ترقیاں کرتے اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج جو انسانی کمال کے لئے ضروری ہیں طے کرتے ہیں۔ الغرض چونکہ مغفرت خداتعالیٰ کی حفاظت اور طاقت کا نام ہے اس لئے انسان ہمیشہ مغفرت کا ایسا ہی محتاج ہے جیسا کہ خود خدا کا محتاج ہے۔ نہ وہ خدا سے الگ ہو کر رہ سکتا ہے اور نہ کبھی مغفرت کو ترک کر کے رہ سکتا ہے بلکہ جیسا جیسا وہ روحانی ترقی کرتا ہے ویسے ویسے مغفرت کی ضرورت کو اور بھی زیادہ محسوس کرتا ہے۔ اور چونکہ اسکی روحانی ترقی غیر محدود ہے اس لئے کوئی وقت اسپر ایسا نہیں آتا جب اسکو استغفار یا مغفرت کی حاجت نہ ہو اسلئے خدا کی مغفرت بہشت میں بھی بہشتیوں کو ملتی رہے گی۔

بہشت میں مغفرت کی ضرورت پر قرآن شریف نے دوسری جگہ صاف لفظوں میں فرمایا ہے جہاں سورہ محمد میں بہشتیوں کا ذکر کیا ہے۔ ولھم فیھا من کل الثمرات ومغفرۃ من ربھم۔ بہشتیوں کے لئے بہشت میں ہر قسم کے میوے اور اپنے رب کی مغفرت ہوگی۔ یہاں صاف لفظوں میں فرمایا کہ بہشت میں بہشتیوں کو مغفرت ملتی رہے گی۔ اور پھر ایک اور آیت میں سورہ تحریم میں فرمایا ہے یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا۔ یعنی جو لوگ بہشت میں داخل ہو جائیں گے وہ دعا کریں گے کہ اے رب ہمارے ہمارے نور کو کامل کر اور ہماری مغفرت کر۔ یہ مغفرت کمال کی خواہش جو ہمیشہ تک رہے گی صاف ظاہر کرتی ہے کہ بہشت میں ترقیات کا سلسلہ غیر متناہی ہوگا۔ ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے بعد ہی جو ممکن ہی نہیں جبتک کہ جس شخص نے کوئی گناہ کیا ہے اسکا گناہ معاف نہ ہو جائے پھر بھی نیک لوگوں کو مغفرت کی خواہش ہوگی اور اُنکو مغفرت ملتی رہے گی۔ یا بالفاظ دیگر بہشتی بہشت میں بھی استغفار کرتے رہیں گے حالانکہ اُنکے گناہ معاف ہو چکے ہونگے۔ اب استغفار کے دوسرے معنوں کے لحاظ سے جو اسلام کے مخالف کہتے ہیں کہ اسکے سوائے استغفار کے اور کوئی معنے ہی نہیں۔ استغفار کی غرض صرف ان گناہوں سے بچائے جانا ہے جو کسی شخص نے کئے ہوں۔ اسلئے جزا و سزا کے پہلے تو کوئی شخص ان معنوں کے رو سے مغفرت طلب کر سکتا ہے لیکن جو شخص بہشت میں داخل ہو چکا ہے اور سزا سے بچ چکا ہے اور اُسکے گناہ اُسے معاف ہو چکے ہیں اب اُسکو کونسی سزا کا خوف باقی ہے جو وہ ہی استغفار کرے اور خدا اسکو کونسی سزا سے بچاتا ہے جو مغفرت دیتا ہے۔ جب وہ بہشت میں داخل ہو گیا تو ہر قسم کی تکلیف اور سزا سے بچایا گیا اور ہمیشہ کے لئے سب تکلیفیں دور ہو گئیں اور کسی سزا کا خطرہ نہ رہا کیونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ بہشتی بہشت سے کبھی نکالے نہ جائیں گے۔ وماھم منھا بمخرجین۔ پھر وہ لوگ جو بہشت میں داخل ہو چکے کیوں استغفار کریں گے۔ اور کیوں خدا تعالیٰ بہشت کی نعمتوں میں سے مغفرت اپنی بڑی نعمت بیان کرتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا دو آیتوں سے ظاہر ہے یہ قطعی دلیل اس امر پر ہے کہ اسجگہ استغفار کے معنے گناہ کی سزا سے بچائے جانے یا گناہ سے معافی کے نہیں ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہشت میں مغفرت کے معنے کیا ہیں؟ اس دنیا میں اور اس جسم کے ساتھ تو گناہ کا امکان ہے جس سے حفاظت کے لئے انسان استغفار کرتا ہے مگر بہشت میں

تو نہ یہ امکان ہوگا اور نہ شیطان کا خطرہ۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف یہہ بھی فرماتا ہے کہ اس دنیا میں بھی ایسے آدمی ہیں جنپر شیطان کا کوئی تسلط نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرمایا ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ لیکن باوجود اس کے اُن بندوں کو بھی استغفار کا حکم ہے۔ ان سوالوں کے جواب کے لئے ہم ناظرین کو پھر استغفار کے اصل معنوں کی طرف اور استغفار کی ضرورت کیطرف توجہ دلاتے ہیں۔ استغفار کی ضرورت جیسا اوپر دکھا چکے ہیں یہ ہے کہ انسان کی فطرت اور خدا کے صفات کا تقاضا بغیر استغفار کے پورا ہی نہیں ہوتا۔ ایک تو خالق ہے جو ہر عیب اور نقص اور کمزوری سے پاک ہے اور جسکی ذات میں صفت قیومیت ہے جو چاہتی ہے کہ مخلوق کا اُسپر سہارا ہو پس جبتک مخلوق ہے یہ صفت اپنے تقاضا کو پورا کرے گی۔ پھر دوسری طرف مخلوق میں سے انسان ہے جو اپنی ذات میں کمزوری رکھتے ہیں اور کمال کے لئے وہ اپنے خالق کے محتاج ہیں جبتک کہ وہ مخلوق کی حیثیت میں ہیں۔ انہی دو باتوں سے استغفار کی ضرورت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہ امر بھی ظاہر ہے کہ خواہ انسان کتنی ہی ترقی کرے وہ مخلوق ہونیکی حیثیت سے کبھی بھی باہر نہیں ہو سکتا۔ اور ہمیشہ کے لئے خدا کا محتاج ہے جو کمال انسان اس دنیا میں یا دوسری دنیا میں حاصل کر سکتا ہے وہ کبھی بھی خدا کے کمال تام کے برابر نہیں ہو سکتا۔ خواہ کتنا ہی معراج وہ حاصل کرے پھر بھی مخلوق ہے اور خدا پھر بھی خالق ہے اسی لئے ضرورت ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے استغفار بھی کرے۔ بہشت میں نیک لوگ ترقیاں کریں گے اور ہمیشہ ایک حالت سے دوسری حالتمیں ترقی کریں گے اور اس لئے جب ایک حالت پر وہ پہونچیں گے تو اُس سے بلند تر حالت کی خواہش کریں گے اور پہلی حالت کو بمقابلہ اُسکے ناقص خیال کریں گے۔ اس لئے چونکہ یہ ترقی کا سلسلہ غیر متناہی ہے مغفرت کی خواہش یا استغفار بھی کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

اِن آیات کے علاوہ جو ہم نے اوپر بیان کی ہیں بہت ساری اور آیات ہیں جنسے صاف صاف پایا جاتا ہے کہ عیسائیوں نے استغفار کے لطیف اور اعلیٰ مفہوم اصلی کو سمجھنے میں سخت غلطی کھائی ہے۔ لیکن ہم اسی پر اتفاق کرتے ہیں کیونکہ اس مضمون کو اسقدر لمبا کرنیکا بھی ہمارا منشا نہ تھا۔ لیکن ایک بات کی طرف یہاں ناظرین کو توجہ دلانا ضروری ہے عیسائی یہی کہا کرتے ہیں کہ آیت لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر کے جو سورہ فتح میں نازل ہوئی ہے سوائے اسکے کوئی معنے نہیں کہ یہاں اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگلے اور پچھلے گناہوں کی

معافی دیتا ہے۔ چونکہ مضمون بہت لمبا ہو چکا ہے اس لئے اسجگہ ہم اصل معنے اس آیت کے بیان نہیں کرتے۔ صرف مخالفین اسلام کے معنوں کی غلطی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اس آیت کے یہی صحیح معنے ہیں۔ یہ امر مسلّم ہے کہ سورہ نصر سورہ فتح کے بعد نازل ہوئی ہے کیونکہ سورہ فتح تو فتح مکہ سے قبل نازل ہوئی تھی اور سورہ نصر فتح مکہ سے بعد نازل ہوئی ہے۔ اب سورہ نصر میں خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر استغفار مانگنے کا حکم دیتا ہے کیونکہ فرماتا ہے فسبح بحمد ربك واستغفرہ جسکے معنے عیسائی صاحبان کے نزدیک یہ ہوئے کہ گناہوں کی معافی مانگتا رہ۔ لیکن گذشتہ اور آئندہ گناہ تو سب پہلے ہی اللہ تعالیٰ معاف کر چکا تھا اب کونسے گناہوں کی معافی چاہتا ہے۔ اگر صحیح معنے ہر دو آیات کے کئے جائیں تو یہ تضاد واقع نہیں ہوتا۔ یہ صرف غلط معنوں کا نتیجہ ہے اگر پادری صاحبان کو انصاف یا حیا کا کچھ بھی خیال ہوتا تو وہ اپنی غلطی کو تسلیم کر لیتے۔

بالآخر ہم پادری صاحبان کی ایک اور بیہودگی کیطرف ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ فخر کیا کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں دوسرے نبیوں کے استغفار کا تو ذکر ہے مگر حضرت عیسیٰؑ کے استغفار کا کہیں ذکر نہیں اور اس سے بجائے خود جھٹ اس نتیجہ پر پہونچ جاتے ہیں کہ دوسرے نبی گنہگار تھے مگر حضرت عیسیٰؑ بیگناہ تھے۔ استغفار کے معنے جو ہم اوپر لکھ کر بیان کر چکے ہیں انکے رو سے اگر حضرت عیسیٰ نے واقعی جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں استغفار نہیں کیا تو اس سے انکی کمزوری پائی جاتی ہے اور یہ بات انبیاء کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ استغفار نہ کریں لیکن اس بیان میں بھی پادری صاحبان دھوکہ دینا چاہتے ہیں جب وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم سے حضرت عیسیٰؑ کا استغفار ثابت نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے بار بار صالحین کے لئے استغفار اور مغفرت کا ذکر فرمایا ہے پس اگر حضرت عیسیٰ بھی صالحین میں سے تھے تو ضرور ہے کہ انہوں نے بھی استغفار کیا ہو اور خدا نے انکو مغفرت دی ہو۔ اس قسم کی آیات ہم اوپر بہت لکھ چکے ہیں مثلاً ایک ہی آیت ہے الذین صبروا وعملوا الصلحت اولئك لهم مغفرة۔ پس اگر حضرت عیسیٰؑ نے صبر کیا اور اعمال صالح کئے تو ضرور ہے کہ انکو مغفرت بھی ملی ہو۔ ایک اور موقع پر ملائکہ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن شریف فرماتا ہے ویستغفرون لمن فی الارض۔ اور فرشتے ان تمام کے لئے جو روئے زمین پر ہیں استغفار کرتے ہیں پس اگر حضرت عیسیٰؑ بھی زمین پر تھے تو ضرور ہے کہ فرشتوں نے انکے لئے استغفار کیا ہو۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ پادری صاحبان اس قسم کی بیہودہ باتیں اپنی تحریروں میں نہ لکھینگے۔ ہاں انہیں طاقت ہے تو یہ ثابت کر دکھائیں کہ انجیل کی رو سے

یسوع مسیح کیونکر معصوم کہلا سکتا ہے مگر امید نہیں کہ اسبات کی طرف وہ کبھی آئیں۔

نوٹ اور ریویو

رپورٹ مردم شماری صوبہ پنجاب:۔ پچھلے نمبر میں فرقہ احمدیہ کی ترقی بیان کرتے وقت ہم نے احاطہ بمبئی کی مردم شماری فرقہ احمدیہ کی دکہائی تہی۔ اس سے پیچھے ہمیں پنجاب کی رپورٹ بھی پہونچگئی ہے جسمیں کہا گیا ہے کہ پنجاب میں اس فرقہ کے لوگ ۱۱۱۳ ایسے مرد ہیں* جن کی عمر پندرہ سال سے اوپر ہے۔ ہم کسیطرح سے اسکو ٹھیک تعداد یا ٹھیک کے قریب قریب بھی تسلیم نہیں کر سکتے جہاں احاطہ بمبئی میں ۱۱۰۸۷ اشخاص ہیں اور ممالک مغربی و شمالی میں بھی ۹۳۱ تعداد مردم شماری کی رپورٹ میں دکہائی گئی ہے یہ امر کسیطرح قابل تسلیم نہیں ہو سکتا کہ پنجاب میں جو اس سلسلہ کا اصل گھر ہے ایک ہزار سے کچھ اوپر مرد ہیں۔ اس امر کی کہ کیوں رپورٹ میں اسقدر کم تعداد آئی ہے بعض بڑی بڑی موٹی وجوہات ہیں۔ اول تو خود اس فرقہ کا نام ہی یعنی فرقہ احمدیہ اسوقت رکہا گیا جبکہ مردم شماری کی کارروائی شروع ہو چکی تھی ہندوستان جیسے ملک میں جہاں کثرت آبادی کی ان پڑھ ہے ایک واقعہ کو اشتہار کے ذریعہ شائع کر کے تمام لوگوں تک تھوڑے ہی عرصہ میں خبر پہونچا دینا قریباً ناممکن ہے۔ دیہات میں اور دور دور کی جگہوں میں جنکا علم بھی نہ تھا کسطرح ممکن تہا کہ ہر ایک آدمی کو جو اس فرقہ میں داخل تہا خبر پہونچائی جاتی کہ فرقہ کا یہ نام رکہا گیا ہے مردم شماری ہو جانیکے بعد ایسے خطوط کا آنا کہ ہمیں نام کی خبر بعد از وقت ملی ہے اس امر کی بڑی شہادت ہے کہ فرقہ کے تمام ممبروں کو وقت پر یہ اطلاع نہ پہونچ سکی تہی۔ دوسرے جو لوگ اسکا میں معین ہوتے ہیں انکو چنداں پروا نہیں ہوتی کہ ہر ایک کا فرقہ دریافت کریں اور پہر اسکا صحیح صحیح اندراج کریں۔ ایک آبادی ان پڑہ اور دوسرے شمار کرنیوالے خود اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ معمولی شدبود جانتے ہیں اور پہر ہر ایک شخص کے فرقہ کا نام پوچھکر داخل کرنا انکے نزدیک غیر ضروری ہوتا ہے اور خود لوگوں کو اسقدر توجہ نہیں ہوتی کہ وہ اپنے فرقہ کا نام زور دیکر لکھوائیں۔ مردم شماری کی رپورٹ نے ایک طرح سے خود اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ اسکی تعداد کا اصل تعداد فرقہ سے بعض موقع پر بہت بڑا اختلاف ہوتا ہے۔ تیسری اور بڑی وجہ یہی ہے کہ اس نئے فرقہ کے برخلاف ہر مذہب و قوم کے

* یاد رہے کہ یہ مارچ سنہ ۱۹۰۱ع کی مردم شماری ہے۔ منہ

لوگوں کو سخت تعصب اور عناد ہی اور جہاں شمار کنندوں کی ایسی بڑی وسیع تعداد درکار ہو جیسا کہ ہندوستان کی آبادی کے لئے ہونی چاہیئے وہاں ہر ایک قسم کا آدمی جو ملسکے شمار کنندہ بنانا پڑتا ہے کیونکہ پڑھے ہوئے لوگ خصوصًا دیہات میں بہت ہی کم ملتے ہیں

اس تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں کہ فرقہ احمدیہ پنجاب میں کس زور وشور سے ترقی کر رہا ہی ایک ہی دنمیں جہلم میں جہاں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۷ جنوری کو قیام پذیر تھے۔ چھ سو کے قریب آدمیوں نے بیعت کی۔ اصل بات یہ ہی کہ ایک طرف وہ امن پسند اور صلح جو تعلقات جو یہ سلسلہ نوع انسان کے ساتھ سکہاتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ اعلیٰ درجہ کی روحانی تعلیم جو یہ اللہ تعالیٰ کے متعلق پیش کرتا ہی یہ دونوں باتیں سمجھدار دلوں کے لئے ایک کشش کا باعث ہو رہی ہیں۔

پنجاب کی رپورٹ مردم شماری میں ایک قابل افسوس غلطی بہی درج ہو گئی ہے جسکے دور کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مفصلہ ذیل چٹھی میں پنجاب گورنمنٹ کو توجہ دلائی ہے:۔

"۱۔ پنجاب کی مردم شماری کی رپورٹ کے حصہ اول باب ۳ فقرہ ۳۹ صفحہ ۱۴۳ میں میرے متعلق لکھا گیا ہے کہ میرا پہلا کام بحیثیت ایک مولوی کے چوہڑوں کو تبلیغ کا تہا۔

۲۔ یہ بیان بالکل خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہے اور میری عزت اور شہرت کو سخت نقصان پہونچانیوالا ہے

۳۔ جس شخص نے چوہڑوں کی تبلیغ کا دعویٰ کیا تہا وہ ایک بالکل الگ آدمی ہی جسکا نام امام الدین ہے جسکے اصول اسلام سے بالکل مخالف ہیں اور میں اور دیگر تمام سچے مسلمان ان اصولوں کو نفرت کی نگہہ سے دیکھتے ہیں اور یہ شخص تیس سال سے زیادہ عرصہ سے میرے سخت مخالفوں میں سے ہے اور یہ بالکل بعید از انصاف ہی کہ ایک ایسی شخص کی تعلیم کو میری طرف منسوب کیا جائے جس سے میں سخت بیزار ہوں۔

۴۔ چوہڑی ایک ایسی قوم ہے جو اس ملک میں جرائم پیشہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور میرا تعلق ایسی قوم سے ظاہر کرنا جو ایک بالکل بے بنیاد امر ہے۔ میری طرف ایک ذلیل حالت کو منسوب کرنا ہی چوہڑی ایک ذلیل قوم سمجھی جاتی ہی اور اس قسم کا بیان جو مردم شماری کی رپورٹ میں ہے میری شہرت کو سخت نقصان پہونچانے والا اور میری اور گورنمنٹ کی ہزارہا وفادار اور معزز رعایا کے لوگوں کے دلوں کو دکھہ دینیوالا ہے جو مجھے اپنا روحانی پیشوا اور مذہبی گروہ تسلیم کرتے ہیں۔

۵ - میرے اصول اور تعلیم جو میں ابتدا سے ہی لوگوں کو سکہاتا ہوں وہ ایسے اخلاق فاضلہ سکہانے والے اور اعلیٰ مراتب روحانیت پر پہونچانیوالے ہیں کہ چوہڑے تو ایکطرف رہے وہ مسلمان بھی نہ اُنکو قبول کر سکتے ہیں اور نہ اُنہوں نے قبول کیا ہے جو ذلیل حالتمیں ہیں اور جنکی اخلاقی حالتیں گری ہوئی ہیں بلکہ ایسے فہیم اور شریف انسان انکو قبول کرتے ہیں جو نہایت پاکیزہ زندگیاں بسر کرتے ہیں اور میرے پیرووں میں کثرت سے رئیس جاگیردار معزز گورنمنٹ کے عہدیدار سوداگر و فاضل علماء اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ مسلمان ہیں۔

۶ - اسی قسم کا ایک بیان میرے متعلق پہلے گورداسپور گزیٹر میں کیا گیا تہا لیکن جب گورنمنٹ کو اس غلطی کی طرف توجہ دلائی گئی تو گورنمنٹ نے اپنی چٹھی نمبر ۹۳ مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۰۱ء (عین اسوقت جبکہ مردم شماری ختم ہوچکی تھی) ہوم ڈپارٹمنٹ میں یہ جواب دیا تہا کہ یہ فقرہ نظر ثانی کے وقت نکالدیا جاوے گا اور کہ اسکے متعلق گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کو ہدایت کردیگئی ہے۔

۷ - یہ فقرہ اب ایک ایسی کتابمیں درج کیا گیا ہے جو کہ دنیا میں معتبر سمجہی جاتی ہے اسلئے اگر اسکی تردید معاً ہی نکی جاوے تو میری عزت اور شہرت کو نقصان پہونچائیگا۔

۸ - یہی فقرہ مردم شماری کی رپورٹ کی بناپر سول ملٹری گزٹ لاہور میں چہاپ دیا گیا ہے اور تردید نہ ہونیکی صورتمیں دوسرے تمام اخبارات میں اسیطرح شائع ہوکر مجہے نقصان پہونچانے والا ہوگا اور اسطرح پر تمام دنیا کے سامنے غلطی سے میرا تعلق ایک ذلیل قوم کیساتھ ظاہر کیا جاویگا۔

۹ - میں رؤسا کے ایک ایسے خاندان سے ہوں جسکی گورنمنٹ ہمیشہ عزت کرتی رہی ہے بسبب ان قابل قدر خدمات کے جو اس خاندان نے وفاداری سے کی ہیں اور میری نسبت یہ خلاف واقع بیان تمام خاندان کی شہرت اور عزت کو داغ لگانے والا ہے۔

۱۰ - گورنمنٹ اس بیان کا جہوٹا اور بے بنیاد ہونا افسران ضلع کی معرفت تحقیق کرسکتی ہے"

آخر میں یہ الفاظ فرقہ احمدیہ کے متعلق رپورٹ مردم شماریمیں لکہے ہیں جو ذیل میں درج ہیں "یہ فرقہ بڑے زور سے اس اعتقاد کو رد کرتا ہے کہ اسلام کا مہدی خونی مہدی ہوگا اور صحیح بخاری کی بناپر جو حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ معتبر ہے یہ روایت پیش کرتا ہے کہ وہ جنگ نہیں کریگا بلکہ مذہب کی خاطر جو لڑائیاں ہوتی ہیں اُنکو بند کردیگا اپنی ضخیم تصنیفات میں مرزا صاحب نے

جہاد کی تعلیم کے برخلاف بہت کوشش کی ہے اور اسبارے میں یہ فرقہ اُن فرقہ اہل حدیث کے جو افراط کی طرف چلا گیا ہے بالکل مخالف ہے۔

الہام و رؤیائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

۹ جنوری ۱۹۰۶ء - ان وعد اللّٰہ اتی و رکل و رکا فطوبی لمن وجد و رای - قتل خیبۃ و زید ھیبۃ (ترجمہ خدا کا وعدہ آگیا اور ایک پانوں مارا اور بگڑے ہوئے کام کی اصلاح کی پس خوشخبری ہو اسکو جسنے اس وعدہ کو پالیا اور دیکھ لیا - ایک شخص نامراد مارا گیا اور اسکی ہلاکت ہیبت ناک ہوئی)

۱۱ - جنوری ایک کاغذ مجھے دکھایا گیا جسکا عنوان تھا بقیۃ الطاعون اور اُسکی پُشت پر ایک اعلان ہماری طرف سے ہی تھا -

۱۵ - جنوری - بمقام لاہور - اریک برکات من کل طرف (دیں تجھے ہر طرف سے برکتیں دکھاؤنگا)

۱۸ - جنوری - آثرک اللّٰہ علی کل شیءٍ - (خدا نے تجھے ہر چیز پر اختیار کر لیا)

۱۹ - جنوری - افانین آیات (گوناگون نشان)

رؤیا میں دیکھا کہ میں مصر کے دریائے نیل پر کھڑا ہوں اور میرے ساتھ بہت سے بنی اسرائیل ہیں اور میں اپنے آپکو موسیٰؑ سمجھتا ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھاگے چلے آتے ہیں نظر اُٹھا کر پیچھے دیکھا تو معلوم ہوا کہ فرعون ایک لشکر کثیر کے ساتھ ہماری تعاقب میں ہے اور اُسکے ساتھ بہت سامان مثل گھوڑے اور گاڑیوں اور رتھوں کے ہے وہ ہمارے بہت قریب آگیا ہے میرے ساتھی بنی اسرائیل بہت گھبرائے ہوئے ہیں اور بعض اُنمیں سے بیدل ہو گئے ہیں اور بلند آواز سے چلاتے ہیں کہ اے موسیٰؑ ہم پکڑے گئے تو میں نے بلند آواز سے کہا کلا ان معی ربی سیھدین اتنے میں میں بیدار ہو گیا اور زبان پر یہی لفظ جاری تھے -

۲۴ - جنوری - کاغذ پر لکھا ہوا دکھایا گیا - تفصیل ما صنع اللّٰہ فی ھذا الباس بعد ما اشعتہ فی الناس -

۲۹ جنوری - ساکرمک اکراما عجبا -

سنجیبک - سنعلیک - انی معک و مع اھلک - سمع الدعاء - دعاءک مستجاب - ساکرمک اکراما عجبا - انی مع الرسول اقوم و اصلی و اصوم و اعطیک ما یدوم - انی مع الافواج اتیک بغتۃ

Digitized by Khilafat Library

ریویو آف ریلیجنز

یہ عجیب و غریب ماہواری مذہبی رسالہ قادیان ضلع گورداسپور سے ہر مہینہ کی بیس تاریخ کو نکلتا ہے اسکے مضامین جو تمام مذاہب باطلہ کی تردید اور حصول حقہ اسلام کی تائید میں ہوتے ہیں۔ عموماً حضرت اقدس میرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود ؑ کی قلم سے نکلتے ہیں۔ عیسائیوں آریوں برہمووں فلسفیوں وغیرہ کے ہر ایک اعتراض کا جو وہ مذہب اسلام پر کرتے ہیں جواب دیتا ہے۔ اس رسالہ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ زبان انگریزی میں دنیا کے سامنے انگلستان امریکہ وغیرہ میں جاتا ہے۔ اور اس لئے اسکے مضامین مخصوصاً اس قسم کے ہوتے ہیں جنسے اسلام کا چمکتا ہوا چہرہ نظر آئے اور اسکا رعب دلوں پر قایم ہو۔ اور اسکے متعلق ہر ایک قسم کے شکوک و شبہات دور کئے جاویں۔

قیمت انگریزی للعہ سالانہ مع محصول ڈاک نمونہ کا پرچہ ۶ر

اردو رسالہ معمولی کاغذ عہ " " ۳ر

ولایتی کاغذ ــــہ " " ۴ر پر

علی الترتیب ملتا ہے۔ بغیر وصولی قیمت کے رسالہ کسی صاحب کے نام جاری نہیں ہو سکتا جو صاحب منی آرڈر کے ذریعہ قیمت ارسال نہ فرماویں انکو چاہیئے کہ اپنی درخواست کے ساتھ اجازت بھیجدیں کہ پہلا پرچہ بذریعہ وی پی بھیجا جاوے۔

یہ رسالہ تجارتی اشتہارات کے لئے بھی کھلا ہے بشرطیکہ وہ ہر ایک قسم کے فحش سے اور مبالغہ سے پاک ہوں۔ اُجرت اشتہارات کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

	پورا صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
سالانہ	عسہ	معہ	عہ
ششماہی	معسہ	عہ	ــہ
سہ ماہی	[illegible]	[illegible]	للعہ
فی سطر ۴ر			

Digitized by Khilafat Library

نوٹ۔ یہ رسالہ اخبار الحکم (جو مہینہ میں چار بار چھ سال سے قادیان سے نکلتا ہے) سے ایک بالکل الگ اور نرالی طرز کا رسالہ ہے جسمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین ہوتے ہیں اور اخبار میں عموماً حضرت اقدس [illegible] ہوتے ہیں۔

جبوب جواہر - مشک عنبر مونگا موتی - یاقوت - اور بیش قیمت جواہرات سے خالص تیار ہوتی ہیں انسان کی زندگی تندرستی اور طاقت کے لئے
اس سے بہتر کوئی دوا نہیں - امراض قلب و ضعف اعضاء گردہ مثانہ و فساد خون کے رفع کرنے میں بے مثل ہیں - معدہ کو درست اور خون کو زہریلے مواد سے صاف اور تمام
جسم کے اعصاب کو قوی اور مضبوط کرتی ہیں - وبائی اور زہریلی بیماریوں کو روک دیتی ہیں طبیعت میں تفریح اور خاطر خواہ نشاط پہونچاتی ہیں عقل ہوش و حواس حافظ

مرہم عیسےٰ عجیب و غریب - اگر دنیا بھر میں سب سے بڑا بے نظیر مرہم ہے تو ہر قسم کے زخموں - جراحتوں - چوٹوں - گلٹیوں - خنازیر - سرطان - طاعون اور ہر ایک قسم کے اچھوت
زہریلے پھوڑوں پھنسیوں - ناصوروں - بواسیر گنج - خارش اور طرح طرح کی جلدی بیماریوں کے سر سے ہٹ جانے جانور کے کاٹ لینے جلنے کے
خطرناک سرطان رحم وغیرہ کیلئے صدہا سال کا مجرب طبقہ کے حکماء کا متفقہ مجربہ بابرکت علاج چاہتے ہیں تو یہ بابرکت مرہم صرف اس کارخانہ سے منگاؤ
جو اسکو خاص طور سے تیار کرنیکا ذمہ وار ہے - طبی جہان اسکی کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے - قیمت فی ڈبیہ ۱۲ عہ

پاکٹ کیس ادویات - اکثر جانیں طبیب اور علاج کے بر وقت نہ پہونچنے سخت تکلیف برداشت کرتی اور بعض وقت بحسرت ہلاک ہوجاتی ہیں - اس دردناک حالت کو
دیکھکر ہم نے یہ پاکٹ کیس تیار کیا ہے اور اس میں مختلف پچاس ساٹھ بیماریوں کی جنکی اکثر شکایت رہتی ہے وہ زود اثر صحیح مجرب ادویہ رکھی ہیں
جنسے بڑھکر ڈاکٹری اور یونانی طب کچھ ثابت نہیں کر سکی اور یہ کیس ایسا بنایا گیا ہے کہ جیب میں رہ سکے ایک ترکیب اسکے ہمراہ ہے اور ہر طرح
سے ایسی آسانی کیگئی ہے کہ شد بد جاننے والا انسان بھی سفر و حضر میں اسکو سمجھ کر پورے طبیب کا کام دیسکتا ہے اور ادویہ کے استعمال وقت مریض کو خطرات متعلقہ
سے بچا سکتا - اسلئے اس پاکٹ کیس کا ہر ایک انسان کے پاس کل ان میں ہونا ضروری ہے - قیمت صہ ... عہ

عمدۃ التقویم بابت ۱۹۰۹ء معہ فہرست ادویات مفت	کارخانہ مرہم عیسیٰ حکیم محمد حسین بیرون لاہور سے طلب کرو	آئینہ صحت نامہ ٹریکٹ اور ادویات کارخانہ مرہم عیسیٰ

اعلان

تمام صاحبان جنکے نام قادیان میں کسی قسم کا روپیہ آتا ہے فرستندگان سے مہتممین میگزین درخواست کرتے ہیں کہ منی آرڈر کے کوپن سے پورا فائدہ حاصل کیا کریں یعنی اپنا پورا پتہ خوشخط و تعداد مبلغات و تفصیل کہ کس مد کا روپیہ ہے کوپن پر دیا کریں -

تمام صاحبان جو میگزین کے خریدار ہیں انکو ضروری ہے کہ خط و کتابت میں اور ترسیل زر کے وقت نام کے ساتھ اپنا نمبر بھی دیا کریں -

محمد علی مینجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور پنجاب